اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

نگرانِ اعلیٰ

مولانا مفتی محمود

مکرم جناب حافظ محمد الحق صاحب
سلسلہ [illegible] ۴۵ ۔ ۶ تک

۱۸/۷

عزیزانِ من!

آہ! تمہاری غفلت سے بڑھ کر
کوئی اچنبے کی بات نہ ہوتی اور
تمہاری نیند کی سنگینی کے آگے
پتھروں کے جی چھوٹ گئے۔
مَیں کیا کروں کہاں جاؤں
اور کس طرح تمہارے دلوں
کے اندر اُتر جاؤں یہ کس طرح
ہو کہ تمہاری رُوحیں پلٹ آئیں
اور تمہاری غفلت مر جائے"

مولانا ابوالکلام آزاد

اقوال

حاصلِ مطالعہ

ترتیب: مولانا محمد یوسف رحمانی

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

۱۔ دعوت و اعلان حق کا کام کرنے والوں کو اپنے لیے نہیں مگر اپنے کام کی عزت کی خاطر بادشاہوں کی سی نظر اور کشورستانوں کا دماغ رکھنا چاہیئے۔

۲۔ دنیا میں حق و صداقت کی آواز کبھی، تاج و تخت یا ایوان و محل سے نہیں اٹھتی بلکہ ہمیشہ اس کا سرچشمہ ویران جنگلوں چٹیل چٹانوں اور سنسان صحراؤں کے اندر رہا ہے۔ اور یہ بھی اس کا شاہد عجائب پسند کا عجیب و غریب کرشمہ ہے کہ ہمیشہ شکستگی اور افتادگی ہی کو محبوب رکھتا ہے۔ اپنا گھر بھی بناتا ہے تو ٹوٹے ہوئے زخمی دلوں میں اپنی آواز بھی سناتا ہے تو کانٹے پڑے ہوئے خشک ہونٹوں کے ذریعے پھر اپنے حسن و کمال کی جلوہ گاہ بھی بنائے گا۔ تو تاریک غاروں میں شکستہ دیواروں میں اور پھٹی ہوئی چٹائیوں کو۔ اگر وہ نہیں ہے تو آخر کون ہے جس کا ہاتھ گلیم فقر و مسکینی سے نکلتا ہے۔ اور بادشاہوں کے تخت و تاج الٹ کے رکھ دیتا ہے۔ چند بے نوا فقیروں کو تھام لیتا ہے اور وہ لاکھوں دلوں کو دنیا کی بڑی بڑی قوتوں کے تسلط سے نکال کر اس کے آگے سر بسجود کر لیتے ہیں۔

۳۔ ایک مسلمان کا وجود یکسر دعوت و وعظ ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۴۔ اللہ اللہ مسلمانوں کے خصائص قومی میں کیسے کیسے تغیرات ہو گئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب مسلمان دنیا میں حکومت کیلئے پیدا ہوا تھا۔ وہ جدھر رخ کرتا تھا حکومت ہمیشہ اس کے ہمرکاب ہوتی تھی۔ دنیا کے کسی گوشے سے ایک مسلمان اٹھتا تھا۔ اور جابرانہ سلطنتوں کو زیروزبر کر کے عدل و ایمان کی ایک نئی حکومت قائم کر دیتا تھا۔ سنسان جنگلوں ویران جزیروں غیر آباد صحراؤں اور وحشی ملکوں میں سے اس کا گزر ہوتا تھا۔ لیکن تائید الٰہی کی فوج اس کے ساتھ ہوتی تھی اور ہر خرابہ و ویران اس کی برکت سے سکون و پر رونق آباد و متمدن ہو جاتا تھا۔ لیکن آہ! یہ ایک قصۂ پارینہ ہے۔

۵۔ اعلان حق اور احتیاج و طلب دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

۶۔ دنیا مزدوروں کی جگہ ہے فلسفیوں کی نہیں ہے۔ کام کرنے والوں کے لیے اس کا ایک لمحہ بھی بہت ہے اور بیکاروں کیلئے اسکی پوری عمر بھی زیادہ نہیں ہے۔

۷۔ آہ! تمہاری غفلت سے بڑھ کر کوئی اچنبے کی بات نہ ہوئی۔ اور تمہاری نیند کی سنگینی کے آگے پتھروں کے جی چھوٹ گئے۔ میں کیا کروں کہاں جاؤں اور کس طرح تمہارے دلوں کے اندر اتر جاؤں یہ کس طرح ہو کہ تمہاری روحیں پلٹ آئیں اور تمہاری غفلت سر جائے یہ کیا ہو گیا ہے کہ پاگلوں سے بھی بدتر ہو گئے ہو، اور کیوں تمہاری غفلتوں پر ایسا طاعون چھا گیا ہے کہ سب کچھ سنتے ہو اور سمجھتے ہو۔ پھر نہ تو راستی کی راہ تمہارے آگے کھلتی ہے اور نہ گمراہیوں کے نقش قدم چھوڑتے ہو۔

۸۔ ایک مسجد اور اسکی سادہ اور بے نقش و اشکال دیواریں مجسم وعظ و حق ہیں جبکہ امام قرآن پڑھ رہا ہو۔

۹۔ اس کے نمازیوں کی صفوں کے نظارہ وحدت سے بڑھ کر کوئی خطبہ تبلیغ اور درس دلائل نہیں۔ جبکہ ایک ہی خدا کے بندے کاندھے سے کاندھا جوڑے کھڑے ہوں اور خدا کی قائم کی ہوئی اخوت دکھلا رہے ہوں۔

۱۰۔ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا وسیلہ فوز و فلاح ہے مساجد کے مجامع ہیں اور ان کا رشتہ جس قدر مساجد سے بڑھے گا اتنا ہی وہ اپنے تمام دینی اور دنیوی محاسن سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ انکے درد دکھ کا علاج ہمیشہ یہیں سے ملا ہے اور اب بھی یہیں سے ملے گا۔

۱۱۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسجد صرف نماز کے لیے ہے۔ ان سے پوچھنا چاہیئے کہ فوجوں کی تیاری اور ترتیب انکے لیے مالی اعانات کی فراہمی مفتوحہ بلاد کے ملکی انتظامات وغیرہ ان کی اصلاح میں کس قسم کے کام ہیں۔؟

جلد نمبر ۱۸ - شمارہ نمبر ۷
جمعۃ المبارک ۱۴ فروری، ۲ صفر

سرپرست
مولانا عبید اللہ انورؔ

رئیس الادارہ
اکرام القادری

مجلسِ ادارت
ڈاکٹر احمد حسین کمال
مولانا سعید احمد رائے پوری
سیّد مطلوب علی زیدی
عُمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ —— ۳۸ روپے
ششماہی —— ۱۹ روپے
سہ ماہی —— ۹/۵۰

فی پرچہ
۷۵ پیسے

پریمیئر پریس میں چھپا اور مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ سے شائع کیا

اداریہ

اکرام القادری

پشاور یونیورسٹی میں بم کا دھماکہ!!

پشاور یونیورسٹی میں حلف وفاداری کی تقریب کے موقع پر صوبہ سرحد پیپلز پارٹی کے صدر اور صوبائی وزیرِ داخلہ جناب حیات محمد شیرپاؤ کی بم کے دھماکے سے موت ایک دردناک حادثہ ہے۔

نامعلوم افراد نے بم کا یہ خوفناک جان لیوا اور تباہ کن دھماکہ عین اس وقت کیا جب موصوف مائک پر سوال کا جواب دینے کی غرض سے کھڑے ہوتے تھے۔

دیگر چالیس افراد بھی بُری طرح زخمی ہوئے جن میں پشاور یونیورسٹی کے طلبا۔ و طالبات بھی شامل ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں میں دھماکوں کا یہ خطرناک کھیل ایک عرصہ سے جاری ہے۔ دھماکے کیوں ہو رہے ہیں؟ کون کرا رہا ہے؟ کس مقصد کے لیے ہو رہے ہیں؟ اس سلسلے میں کونسا غیر مرئی ہاتھ کارفرما ہے؟ یہ سلسلہ کب ختم ہوگا؟ کچھ پتہ نہیں۔

اس ضمن میں نہ صرف ہماری معلومات ناقص و سماعی ہیں، بلکہ ہر شخص اس رازِ درُونِ پردہ سے ہماری ہی طرح انجان و بےخبر ہے۔

ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ عوامی حکومت نے اب تک اس سلسلے میں کوئی ٹھوس اور مثبت قدم نہیں اٹھایا۔ سوائے اس کے کہ جب بھی ملک کے کسی گوشے سے دھماکے کی آواز سنائی دیتی ہے تو حکومت کے کارپرداز اپنے سیاسی حریفوں کے سر منڈھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خصوصاً جمعیۃ، اور نیپ کے بےگناہ کارکن حکومت کی عنایاتِ بے پایاں کا ہدف بنتے رہتے ہیں۔ جہاں تہاں کوئی دھماکہ ہوا جمعیۃ اور نیپ کے سرگرم کارکن پسِ دیوارِ زنداں کر دیئے گئے اور عوامی حکومت اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگئی۔ حتیٰ کہ گذشتہ دنوں محترم بھٹو صاحب کی تقریر کے دَوران جب جلسہ عام کے کسی گوشے سے معمولی قسم کا شور ہوا تو بھٹو صاحب نے برجستہ فرمایا کہ: ”مجھے معلوم ہے یہ افغانستان کے بھیجے ہوتے ہیں۔ یہ نیپ والے ہیں۔“ پھر کیا ہوا؟ کہاں گئے وہ افغانستان کے بھیجے ہوتے؟ کیا واقعی وہ نیپ والے تھے؟ کچھ پتہ نہیں۔ محترم بھٹو صاحب کی جو ذمہ داری تھی وہ انہوں نے جلسہ عام میں ادا کر دی۔

ممکن ہے عوامی حکومت اس قسم کے پروپیگنڈے کو درازیٔ اقتدار کا مفید و مؤثر ذریعہ خیال کرتی ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ عوامی حکومت کے ان دانشوروں کی یہ منفی اور اوچھی سوچ نہ صرف ملک و ملت کے لیے مُہلک و ضرر رساں ہے، بلکہ خود عوامی دانشوروں کے لیے بھی تباہ کن ہے۔

مسٹر شیرپاؤ کی دردناک موت پر ہمیں بے انتہا افسوس ہے، مگر ہم یہ کہنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اگر عوامی نیتا ابتدا ہی سے سیاست اور گری میں فرق محسوس کر لیتے تو شاید یہ شرپسند عنصر کو تقویت نہ ملتی اور سیاسی رہنماؤں کے قتل کا سلسلہ دراز نہ ہوتا۔

شہیدِ اسلام مولانا شمس الدینؒ دردناک طریقے سے گولی کا نشانہ بنائے گئے، خواجہ رفیقؒ کو برسرِ عام ہزاروں کے مجمع نے خاک و خون میں تڑپتے دیکھا، ڈاکٹر نذیرؒ کو دن دہاڑے قتل کیا گیا، احمد رضا قصوری کے والد بزرگوار کو موت کی آغوش میں دھکیل دیا گیا۔ بزرگ سیاست دان عبدالصمد خان اچکزئی صاحب کو ان کے گھر میں بم کے ذریعہ ہلاک کیا گیا۔ اسمبلی میں شور برپا ہوا۔ حزب اختلاف نے واویلا کیا۔

مگر عوامی حکومت تحقیقات کے وعدے سے آگے نہ بڑھی۔ تحقیقات کا سوانگ رچایا بھی گیا تو نتیجہ صفر رہا۔

اپوزیشن رہنماؤں نے شد و مد کے ساتھ مجرمین کو کیفر کردار تک پہونچانے کا مطالبہ کیا مگر ارباب اقتدار نے مختلف حیلوں بہانوں اور رکیک و پوچ تاویلوں کا سہارا لے کر وقت کٹی کو غنیمت سمجھا جس سے شر پسند عناصر کی حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔

اصولی بات ہے کہ ملک میں امن وامان قائم رکھنا بنیادی طور پر برسراقتدار طبقے کی ذمہ داری ہے۔ گو زبان و بیان کی حد تک حکومت کو بھی اس سے مفر نہیں، مگر حالت یہ ہے کہ پاکستان میں بسنے والا ہر فرد اپنے جان و مال اور عزت و آبرو کو غیر محفوظ سمجھنے لگا ہے۔

ہر شخص خوف زدہ ہے کہ نہ جانے آیندہ چند ثانیوں میں اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ ملک کی اکثریت اپنے مستقبل سے مایوس ہو چکی ہے۔ خصوصاً محنت کش طبقہ حسرت و یاس کی تصویر بنا ہوا ہے۔

کاش عوامی حکومت اس حادثۂ فاجعہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرے اور اپنی پارٹی کے سرگرم و انتھک لیڈر کی موت کے بعد مثبت لائینوں پر سوچ کر کسی صحیح نتیجے پر پہونچنے کی کوشش کرے اور مسٹر شیرپاؤ کے بہیمانہ قتل کو اپنے سیاسی حریفوں کے خلاف پروپیگنڈے کا ذریعہ نہ بناتے۔ جیسا کہ "مردِ آہن" کے بیان سے مترشح ہوتا ہے۔

ہم وثوق و اعتماد سے کہتے ہیں کہ، اگر حکومت سنجیدگی سے توجہ دیتے ہوئے اوّل تا آخر تمام مجرموں کا سراغ لگانا چاہے تو ناکام و نامراد نہیں ہوگی۔ چند ہفتوں میں مجرموں کو انجام کو پہونچایا جا سکتا ہے اور ملک سے خوف و ہراس کی فضا دور ہو سکتی ہے مگر:

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

خان عبدالولی خان اور نیپ کے دیگر رہنماؤں کی گرفتاری

ادارتی نوٹ لکھا جا چکا تھا کہ نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ جناب عبدالولی خان، سید قصور گردیزی، راؤ مہروز اختر اور ان کے دیگر ساتھیوں کی گرفتاری کی خبر اخبارات میں آئی، اس کے علاوہ پشاور یونیورسٹی میں بم کے ہلاکت خیز دھماکے کے بعد نیپ کے رہنماؤں ارباب سکندر خان خلیل، امیر زادہ خان، میجر جنرل غلام جیلانی اور دیگر چالیس افراد کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

عوامی حکومت کے دور میں اس قسم کی گرفتاریاں کوئی انوکھی بات نہیں۔ ۷۳ء میں جب پوری قوم محشر خیز سیلاب کی افتاد میں مبتلا تھی تو عوامی حکمرانوں نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے بلوچستان کے منتخب نمایندوں کو پابند سلاسل کیا تھا جو آج تک محبوس ہیں۔ حکومت اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتی رہتی ہے۔ اس مرتبہ بھی حکومت نے اپنی عادت کے مطابق ایسا ہی کیا جو لائق نفرین و قابل مذمت ہونے کے باوجود تعجب خیز اور حیرت زا نہیں۔

بھٹو صاحب کے دورۂ پنجاب کی ناکامی کے بعد سے عوامی حکمران سراسیمہ و پریشان تھے۔ ہی کہ متحدہ جمہوری محاذ نے پنجاب کے دورے کا فیصلہ کر لیا جس سے عوامی حکمرانوں کے آبگینۂ احساس میں بل آنا لازمی امر تھا۔ اس مرتبہ پنجاب میں ولی خان کی پذیرائی کچھ اس انداز سے ہوئی کہ عوامی حکومت کو گرفتاری کے سوا چارہ نہ رہا۔ پنجاب میں ولی خان کی مقبولیت کے بعد حکومت کے پاس رہ ہی کیا جاتا ہے۔

جہاں تک پاکستان کی بقاء و سالمیت کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ولی خان نے ہر جگہ پاکستان کی بقاء و سالمیت کی بات کی ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ولی خان کی کسی ایسی تقریر کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی جس سے ملک کی سالمیت پر شمہ بھر زد پڑتی ہو۔ ولی خان نے جو کچھ کہا جچے تُلے لفظوں میں کہا۔ رہا ولی خان کا لب و لہجہ تو پہلے کی نسبت انہوں نے تند و تیز الفاظ کی بجائے سبک شیریں الفاظ استعمال کیے۔ عوامی چھچھوندروں کی مذبوحی حرکتوں کے باوجود ولی خان اور محاذ کے دیگر رہنماؤں نے ضبط و تحمل سے کام لیا۔

خانیوال میں جب ولی خان ہزاروں کے مجمع سے خطاب کر رہے تھے تو چند عوامی اٹھائی گیروں نے پولیس کے سایۂ عاطفت میں چوں چپاں کرنے کی کوشش کی۔ اس موقع پر ولی خان نے صرف اتنا کہا کہ "عوامی حکومت اس پورے شہر میں چند لونڈوں کو اکٹھا کر سکی ہے" کس قدر مضحکہ خیز حرکت ہے کہ ایک طرف تو عوامی سورما یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہم ملک میں جمہوری عمل چاہتے اور دوسری طرف عوام کے منتخب نمایندوں اور قومی رہنماؤں کی گرفتاریوں کا عمل جاری ہے۔ کیا حکومت کے نزدیک جمہوری عمل کی یہی تعریف ہے کہ مخالف رہنماؤں کی پے بہ پے اور بلاجواز گرفتاریاں عمل میں لائی جاتیں۔ کسی ملک میں جمہوریت کا فروغ محض جمہوریت کی مالا جپنے سے نہیں ہو جاتا۔ جمہوریت کی گاڑی ہمیشہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی مشترکہ کوششوں سے چلتی ہے، مگر عوامی حکمران اقتدار کے نشے میں اس قدر دھت ہو چکے ہیں کہ یہ مسلمہ بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی

ہم ارباب اقتدار کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ سیاسی حریفوں کو زیر کرنے کے اور بہت سے طریقے ہیں ضروری نہیں کہ اس مقصد کے لیے پوچ قسم کے ہتھکنڈوں سے کام لیا جائے۔

ملک داخلی انتشار کا متحمل نہیں۔ تشدد اور گرفتاریاں حالات کو سنوارنے کی بجائے مزید خراب کریں گے۔ دانشمندی کا تقاضا ہے کہ ولی خان اور ان کے ساتھیوں کو فوراً رہا کر کے حالات کو بد سے بدتر ہونے سے بچایا جائے۔

مشرق و مغرب کی سیاست

مُرسلہ: احمد حسین کمال

مصیرہ کے جزیرہ پر امریکی فوجی اڈے کی تعمیر

خلیج عرب کی ایک قدیم ریاست "ادمان" کے ایک علاقہ "مصیرہ" میں ابھی تک برطانیہ کا وہ فوجی اڈہ قائم ہے۔ جو اس کے طویل دورِ تسلّط کی واحد یادگار ہے۔

"مصیرہ" کا جزیرہ خلیج کے دھانہ پر واقعہ ہے۔ اس جزیرہ پر اب امریکہ بھی اپنا ایک فوجی اڈہ تعمیر کرنے والا ہے۔

شاید سلطان قابوس (ادمان کے حکمران) کے ساتھ اس سلسلہ میں امریکہ نے کوئی خفیہ معاہدہ کر لیا ہے۔ اس معاہدہ کی شہرت، گزشتہ سال، سلطان قابوس کے دورۂ امریکہ کے وقت ہی ہوگئی تھی۔

بحرِ ہند میں، "ڈیگو گارسیا" اور "بحرین" کے بعد، "مصیرہ" امریکہ کا تیسرا بڑا فوجی اڈہ بن جائیگا۔

"جزیرۂ مصیرہ" کی فوجی و جنگی نقطۂ نگاہ سے جو اہمیّت ہے وہ اس بات سے ظاہر ہے کہ برطانیہ نے "سوئز" کے مشرقی علاقہ میں اپنی تمام مورچہ بندیاں خالی کر دی ہیں۔ لیکن، "مصیرہ" کا اڈہ ابھی تک، اس نے اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔

اِس وقت، "مصیرہ" کے فوجی اڈے پر، چالیس ہزار فوجوں کے قیام آبدوزوں، جنگی جہازوں اور جنگی طیاروں کے لیے سہولتیں موجود ہیں۔

امریکہ کی تعمیرات کے بعد، یہاں بھی ۔ ۵۲ قسم بمبار طیارے بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ تیز امریکی جنگی بیڑے، کانسٹیلیشن اور انٹرپرائز کے لیے، "مصیرہ" کے اڈہ کو قریبی بندرگاہ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

حال میں ایک طرف امریکہ نے سعودی عرب کو کئی عرب ڈالر کے ہتھیار دیئے ہیں۔

ایران کو بے انتہا ہتھیار کی سپلائی جاری ہے۔ اس علاقہ کے اور بھی کئی ایک چھوٹے ملکوں کو امریکہ کی طرف سے جنگی سامان برابر دیا جا رہا ہے۔

دوسری طرف ڈیگو گارسیا سے بحرین اور اب جزیرۂ مصیرہ تک فوجی اڈوں کی تعمیر کا سلسلہ بھی امریکہ نے شروع کر رکھا ہے۔

تیسری طرف امریکہ نواز ملکوں سے دوستی، تعاون، اور امداد کے معاہدے بھی ہو رہے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی، ان ہی تیل پیدا کرنے والے عرب ملکوں کو، جنھیں ہتھیار فروخت کیے جا رہے ہیں جن کی سرزمین پر فوجی اڈے تعمیر ہو رہے ہیں۔ انہیں فوجی کاروائی کی دھمکی بھی دی جا رہی ہے۔ اسکا آخر کیا مطلب ہو سکتا ہے۔؟

صیہونیت کیا ہے؟

ایک جھلک

دورِ حاضر میں بظاہر کسی ایک بھی بین الاقوامی مسئلے کی تاریخ اتنی طویل اور متنازعہ فیہ نہیں ہے۔ جتنی کہ صیہونیت کے مسئلے کی، صیہونیت کے پروگرام کی بنیاد اس نظریے پر ہے کہ ساری دنیا کے یہودی ایک قوم ہیں اور ان کی اپنے "تاریخی" وطن" کو واپسی ان کی ایک اہم ذمہ داری ہے صیہونیت کے ایک نظریہ داں، ناہوم سوکولو نے کہا ہے کہ "صیہونیت ہزارہا سال سے ہمارا آئیڈیل رہا ہے۔ اور آج بھی ہے۔ جس کے نام پر ہماری قوم کے بہترین نمائندوں نے کام کیا۔ جدوجہد کی، مصائب کا سامنا کیا اور جانیں قربان کیں" سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آئیڈیل کا لبِ لباب کیا ہے۔ اور اس کا خالق کون ہے؟

موجودہ سیاسی صیہونیت کا فروغ تین عناصر کے طویل اور پیچیدہ امتزاج کا نتیجہ ہے۔ جن میں مغرب کی یہودی، بورژوازی، (جو دنیا کے مختلف ملکوں میں آباد ہے۔ لیکن بین الاقوامی صیہونی

تحریک میں دلچسپی رکھتی ہے ۔) انقلاب دشمن اور جمہوریت دشمن یہودی نوکرشاہی (جس کا بانی ایک صیہونی نظریہ داں، تھیوڈور ہرزل تھا) اور نام نہاد سوشلسٹ صیہونیت شامل ہے ۔ یہ مصالحانہ امتزاج آج بھی سرگرم عمل ہے ۔ کیونکہ صیہونی اسرائیل کے موجودہ حکام میں امریکی ارب پتی، انتہا پسند، قوم پرست اور موشے شیہہ قسم کے مارکسسٹ شامل ہیں ۔ یہ حقیقت اس امر کی عکاس ہے کہ صیہونی نظریے کی بنیاد ہی معاندانہ اور درحقیقت شدید تضادات پر ہے ۔ مثلاً، صیہونیت تمام یہودیوں کی اپنی "تاریخی سرزمین" کو واپسی کو اپنی ایک اہم ذمہ داری تصوّر کرتی ہے ۔

تقریباً ساٹھ لاکھ امریکی یہودی اور دیگر ممالک میں آباد لاکھوں یہودی "موعودہ سرزمین" میں جاکر بسنے کی کوئی خاص خواہش نہیں رکھتے ۔ بلکہ اس کے برعکس وہ جن، ملکوں میں رہ رہے ہیں ۔ انہیں کو اپنا وطن سمجھتے ہیں ۔ مزید براں، صیہونی مرکز اور عالمی صیہونی تنظیم بھی، جو امریکہ میں قائم ہے اسرائیل منتقل ہونے کی خواہش نہیں رکھتی ۔ حقیقت یہ ہے کہ صیہونی مرکز اسرائیل کو کروڑوں ڈالر کی امداد دینے اور اس کی معیشت کو فوجی اور مالی امداد سے سہارا دینے کو ہی کافی سمجھتا ہے ۔ یہودی زعماء کے بیانات کی روشنی میں یہ بات بھی پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ہر "یہودی" کے لیے ترک وطن کرکے اسرائیل جانا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف اتنا کافی ہے کہ وہ "عالمی یہودی قوم" کے لیے "روحانی تعلق" محسوس کرے اور اپنے "موعودہ وطن" کے لیے مالی امداد دینے میں بخل سے کام نہ لے ۔ یہی سبب ہے کہ یہودیوں کی اس "موعودہ جنت" میں ایک عام بورژوا معاشرہ اپنی تمام تر برائیوں اور خرابیوں کے ساتھ ابھرا ہے ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ صیہونی تمام یہودیوں کی اسرائیل "ہجرت" کے بارے میں کبھی بھی سنجیدہ نہیں رہے ۔ اور ان کا "اسرائیل چلو" کا نعرہ صرف پروپگنڈہ ہے ۔ جس کا مقصد قومی جذبات واحساسات کو ابھارنا ہے ۔

بین الاقوامی میدان میں بھی صیہونیوں کی سیاسی سرگرمیاں رجعت پرست مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہیں ۔ قوم پرستی کے زہر سے آلودہ کسی بھی نظریے کی طرح صیہونیت بھی سوشلزم سے نفرت کرتی ہے ۔ اس کی مستحکم مورچہ بندیوں اور عوام الناس پر اس کے اثر و نفوذ اور ان میں پیدا ہونے والی طبقاتی بیداری خوفزدہ ہے ۔

صیہونیت کے بانی ہرزل نے ایک ایسے وقت جبکہ روس اور دیگر یورپی ممالک کے عوام ۱۹ ویں صدی کے آخر میں اجارہ دار بورژواری سے فیصلہ کن ٹکر لینے کی تیاریاں کر رہے تھے ۔ یہ بات کہی تھی کہ انقلابیوں کے خلاف جدوجہد پر خصوصی توجہ دینی چاہیئے اور ہمیں چاہیئے کہ یہودی مزدوروں کو عوامی تحریکوں کی وبا سے دور رکھیں ۔ ایک دوسرے صیہونی نظریہ داں نے یہودیوں کو متنبہ کرتے ہوتے کہا تھا کہ ہر قسم کی طبقاتی جدوجہد کو قومی غداری تصوّر کیا جاتے کہ صیہونیوں نے دینی کن، اسکوروپادسکی اور پتلیورا کی انقلاب دشمن حکومتوں میں حصّہ لیا ۔ مئی ۱۹۱۸ء میں صیہونیوں نے ماسکو میں ایک غیر قانونی، اجلاس میں ایک دستاویز منظور کی جس میں کہا گیا تھا کہ سوشلزم صیہونیت کی راہ کا پتھر ہے ۔ چنانچہ، صیہونیت اور سوشلزم ایک دوسرے سے قطعی طور پر مختلف ہی نہیں ہیں ۔ بلکہ دو ایسے عناصر ہیں جو ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں ۔

درحقیقت بین الاقوامی صیہونی تحریک کا ایک ستون اسرائیل ہے اور دوسرا ستون صیہونی تنظیم ہے جو امریکہ میں قائم ہے ۔ اسرائیل ایک حد تک اسی تنظیم کی ملکیّت ہے ۔ صیہونی تنظیم اسرائیل کی ۸۶ فی صد قابل زراعت زمین کی مالک ہے جو شرکت پر مزارعوں کو دی گئی ہے اسی کی سرپرستی میں اسرائیل میں ۴۸۰ زرعی بستیاں قائم کی گئی ہیں ۔ اور یہ تنظیم ۶۰ بڑے صنعتی اداروں کی کلّی یا جزوی طور پر مالک ہے ۔ بہر کیف، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے ۔ کہ نہ تو صیہونی اسرائیل اور نہ بین الاقوامی صیہونی تحریک امریکی سامراج کی سیاسی، اقتصادی اور فوجی امداد کے بغیر قائم رہ سکتی ہے ۔

مشرقِ وسطیٰ کا طویل بحران اس بات کا ثبوت ہے کہ صیہونیت ایک نظریے کے اعتبار سے کس قدر خطرناک ہے ۔ تباہ شدہ عرب شہر اور دیہات شہریوں کی ہلاکت، لاکھوں فلسطینی مہاجر اور مشرق وسطیٰ میں مسلسل کشیدگی صیہونیت کی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے ۔

اجارہ داریوں کے خلاف جدوجہد

بین الاقوامی اجارہ داریوں کے تسلّط کے خلاف جدوجہد کرنے والے ترقی پذیر ممالک کو اب کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں ۔ الجزائر نے تمام بڑی بڑی بیرونی کمپنیوں کو قومی ملکیّت میں لینے کا اعلان کیا ہے ۔ اس سے پہلے وہ موٹر سازی کے کارخانوں، کیمیاوی اشیا تیار کرنے

باقی ص۲۳ پر

رپورٹ - عمیر الہاشمی

انسان کو اللہ تعالیٰ نے حقیقتِ جامعہ بنایا ہے

جامعہ اشرفیہ لاہور میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ کا

خطاب

قسط نمبر ۲

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب انہوں نے کعبہ کی عمارت نئی بنائی تو پرانی کو ڈھایا اور ایک عرصہ تک عمارت نہیں تھی وہ تو منہدم کر دی گئی۔ طواف بھی جاری رہا اور نمازیں بھی جاری رہیں۔ حالانکہ عمارت موجود نہیں تھی تو درحقیقت کعبہ وہ چار دیواری نہیں وہ تجلی اور محل مبارک ہے۔ اس کا علامتی نشان ہے کعبہ، مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ علامتی نشان ہونے سے یہ نہیں تھا کہ معاذاللہ وہ کوئی ناقابلِ اعتبار چیز ہے۔ اس کا ادب اس کا احترام اتنا ہی واجب ہوگا جیسے عین تجلی ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔ بیت اللہ کی عظمت اتنی ہی واجب ہوگی۔ اس لیے کہ وہ اس تجلی سے ملحق ہے نسبت ہے اس سے، نسبت کا اثر ہے کہ اس کی ایک ایک چیز معظم ومحترم بن گئی۔

بیت اللہ کے اوپر اگر آپ غلاف ڈال دیں، حالانکہ بنایا تو آپ ہی نے ہے، لیکن جب اس پر چڑھ گیا تو نسبت قائم ہو گئی اور اب اسی کے سامنے بنانے والے کو بھی جھکنا پڑے گا تو تجلی کی وجہ سے عظمت بقعہ مبارک کی قائم ہوگی بقعہ کی وجہ سے عظمت بیت اللہ کی چار دیواری کی قائم ہوگی اور اس چار دیواری کی وجہ سے عظمت غلافِ کعبہ کی قائم ہوئی اور اس کی وجہ سے عظمت مسجد حرام کی قائم ہوئی اور مسجد حرام کی وجہ سے عظمت پورے مکہ کی قائم ہوئی۔ حتیٰ کہ حجاز مقدس بن گیا تو اصل تعظیم ہے اس تجلی مبارک کی درجہ بدرجہ نسبت پا کر اشیاء مقدس بنتی گئیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی حج کر آئے تو آپ اس کے لیے ہاتھ چُومتے ہیں۔ کیا بات اس میں نئی پیدا ہوئی۔ عبادت تو یہاں بھی کرتا تھا وہاں بھی کی، لیکن اس کو بیت اللہ سے نسبت قائم ہو گئی کہ اس کی آنکھوں نے بیت اللہ کا جلوہ دیکھا ہے۔ اس نسبت کی وجہ سے وہ حاجی واجب الاحترام بن جاتا ہے۔

دنیا کی ساری عظمتیں نسبت سے قائم ہوتی ہیں اور نسبت قائم ہوتی ہے صورت اور حقیقت کی مطابقت کے قائم ہونے سے کہ یہ حقیقت اس صورت میں پائی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ صورت بھی قابل احترام ہے، قرآن کریم کسی کے سینے میں خدا اتار دے تو حافظ کی بھی تو آپ تعظیم کرتے ہیں۔ حافظ مجموعہ گوشت پوست کا ہے۔ وہی گوشت پوست آپ کے اندر بھی موجود ہے اس کی ذات میں کوئی عظمت نہیں ہے۔ اس کے قلب پر چونکہ اللہ نے اپنا کلام اتار دیا ہے۔ اس لیے کلام کی عظمت سے اس کی روح باعظمت بنتی ا[illegible]ح باعظمت ہونے سے اس کا بدن بھی [illegible]ظمت بن گیا اس کے ہاتھوں کو بھی چومتے ہیں۔

درحقیقت واجب التعظیم وہ اصل حقیقت ہوتی ہے جو آنکھوں سے نظر نہیں آتی، لیکن اس کو پہچنوانے کے لیے حق تعالےٰ شکل بناتے ہیں۔ وہ شکل ذریعۂ تعارف بھی ہوتی ہے۔ واجب الاحترام بھی۔

تو اس لیے سنت اللہ یہی ہے کہ جب کوئی حقیقت ابھرنے کے قریب ہوتی ہے تو شکل دے دی جاتی ہے۔ ایک بچہ ہے وہ بلوغ کے قریب پہونچ جاتا ہے تو وہ اعلان نہیں کرتا پھرتا ہے کہ مَیں بالغ ہو گیا ہوں، بلکہ شکل اس کی ایسی بن جاتی ہے کہ دیکھتے ہی پہچانتے ہیں کہ یہ بالغ ہو گیا ہے۔ چہرہ چوڑا چکلا ہو جاتا ہے۔ مسیں بھیگنے لگتی ہیں۔ داڑھی آنے لگتی ہے۔ سب سمجھتے ہیں کہ اب نکاح کے قابل ہو گیا ہے۔ اب اس کا رشتہ ڈھونڈو۔ یہ بچہ نہیں رہا۔ درحقیقت وہ جوانی ایک رُوپ اختیار کرتی ہے۔ روپ کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے کہ اس میں حقیقت آگئی ہے۔ اب تک یہ بچہ تھا، لیکن اب یہ اس قابل ہو گیا ہے کہ اگر اس کا نکاح کر دیا جائے تو اس کی نسل چل سکتی ہے۔ اس کی گواہی اس کی شکل ہی تو دیتی۔ کچھ داڑھی آتی ہے کچھ مسیں بھیگتی ہیں، کچھ بدن چوڑ چکلا ہوتا ہے۔ مجموعی حیثیت سے آپ پہچان جاتے ہیں کہ اب یہ جوان ہو گیا۔ تو بس اسی طرح سمجھیے کہ ایک طالبِ علم جو تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ آٹھ برس تک وہ نابالغ تھا۔ اس نے میزان پڑھی بلوغ کو نہیں پہونچا۔ شرح وقایع تک

پہونچا تو سمجھدار ہو گیا، مگر بالغ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ جب اس نے بخاری پڑھ لی تو آپ کہیں گے کہ یہ حد بلوغ کو پہونچ گیا تو اب ایسا ہے کہ اگر اس کا رشتہ کتاب سے کر دیا جائے تو اس کی علمی نسل چل جائے گی۔ اس کے شاگرد پیدا ہونے لگیں گے۔ اس کی روحانی اولاد پیدا ہو گی۔ اس لیے کہ یہ حد بلوغ کو پہونچ گیا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے علامتیں رکھی ہیں۔ جس سے وہ پہچانا جاتے۔ مثلاً ایک علامت پگڑی باندھنا ہے تو دستار بندی دراصل ایک اعلان ہے، علامت اس کی کہ یہ علمی طور پر بالغ ہو گیا۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ اس کی شادی ہو سکتی ہے۔ اس کی اولاد اور زریت کے روحانی طور پر ہم اس کے شاہد ہیں۔ نکاح میں یہی تو آیا، دو آدمی گواہ ہی مقرر کرتے ہیں نکاح ہو گیا۔ اولاد جائز ہو گئی۔ تو اس بالغ طالب علم کے بارے میں بھی سارے استاذ گواہ بنتے ہیں کہ یہ بالغ ہو گیا ہے جسے یہ پڑھائے گا وہ اس سے علم حاصل کرے گا۔ غلط راستے پر نہیں جائے گا۔ تو پگڑی باندھنا یا سند اس کے ہاتھ میں دے دینا یہ علامات ہیں جس سے پہچانا جاتا ہے کہ یہ حدِ کمال کو پہنچ گیا، مگر حدِ کمال کا یہ معنیٰ نہ سمجھیں کہ وہ طلبا جن کی دستار بندی ہو گی کہ ہم کامل ہو گئے۔ حدِ کمال کا یہ مطلب نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں صلاحیت و استعداد پیدا ہو گئی ہے کہ وہ کامل بننا چاہیں تو بن سکتے ہیں۔ اب محتاج نہیں رہے، استاد کے اب زیادہ محتاج نہیں رہے۔ کتاب کے اس درجہ کی استعداد آ گئی کہ اب اگر وہ مطالعہ شروع کریں، تجر پیدا کریں تفکر شروع کریں تو علم ان کا آگے چلے گا۔ دستار باندھ کر یہ تصور نہ باندھیں کہ علم ان کا کامل ہو گیا بلکہ یہ تصور باندھیں کہ استادوں کی برکت سے یہ صلاحیت پیدا ہو گئی ہے کہ اگر کمال کے راستے طے کریں تو آپ کر سکتے ہیں اور اس کا یہ بھی مطلب نہیں ہو گا کہ وہ بالکل استادوں سے مستغنی ہو گیا۔ محتاج رہیں گے مرتے دم تک استاد کے۔ اس لیے جتنا علم ان کا بڑھے گا استاد کا علم بھی تو اتنا ہی بڑھے گا۔

مجھے اس پر واقعہ یاد آیا، مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ آپ کے ہاں کے شیخ الحدیث بڑے معتبر اور متفکر عالم دین تھے۔ میرے ہم سبق تھے۔ اس لیے بے تکلّفی بھی تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے مسلہ تقدیر پر مضمون لکھا وہ غالباً چھپ بھی گیا اور اس کے شروع میں مَیں نے ایک مقدمہ بھی لکھا تھا جو منظوم ہے تو مولانا نے جو نظم لکھی تھی وہ مسلۂ تقدیر پر ہے۔ اس کی مَیں نے بطور مقدمہ کے کچھ شرح کی ہے۔ وہ چھپ چکا ہے۔ تو یہ رسالہ لکھ کر وہ تھانہ بھون پہونچے۔ ذہن میں ان کے یہ تخیل تھا کہ ایسی بدیہی چیزیں لکھی ہیں کہ اس میں کوئی اعتراض کی گنجائش ہی نہیں ہے اور نصوص شرعیہ پیش کی ہیں ان میں کون نکتہ چینی کر سکتا ہے۔

حضرت تھانوی سے عرض کیا کہ حضرت میں نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ آپ اس پر ایک نگاہ ڈال لیجیے۔ کوئی کلمہ تقریظ لکھ دیجیے تو یہ مستند بن جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ دوپہر قیلولہ کرنے جب لیٹوں گا تو اسے دیکھ لُوں گا اور کوئی بات ذہن میں آئی تو عرض کر دُوں گا

چنانچہ حضرت تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جب سب لوگ جمع ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ مولوی ادریس یہ رسالہ تم نے لکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی حضرت فرمایا کہ اول سے آخر تک سارا غلط ہے۔ فرمایا کہ مواد سارا صحیح ہے، لیکن ان سے جو مطالب نکالے گئے اور اسلوب بیان وہ غلط ہے۔

تو جہاں تک بھی علم پڑھتے جائیں گے تو استاد جو ان سے بڑا ہے وہ بھی تو بڑھتا جائے گا۔ کسی مقام پر پہونچ جائے تو بھی محتاج ہی رہتا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کا شعر ہے جس کا مطلب ہے کہ جوں جوں زمانے نے مجھے ادب سکھایا اور شعور بڑھایا مجھے علم سکھلایا توں توں میری جہالت مجھ پر واضح ہوتی چلی گئی۔ جوں جوں علم بڑھتا گیا اپنی جہالت کا علم بھی بڑھتا گیا۔ جس مقام پر میں پہونچتا ہوں اور علم ہو تو تب اس مقام پر نظر ڈالتا ہوں تو ہزاروں مقامات ایسے ہیں جو اب تک علم میں ہی نہیں آئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک جہالت موجود ہے۔ جب اگلے مقام پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ اور لامحدود مقامات ہیں کہ جن کا علم ہی نہیں ہے تو جاہل ہی جاہل

علم حق تعالیٰ کا کمال ہے۔ اس کی صفت ہے اور اس کی ہر صفت لامحدود ہے۔ تو کتنا ہی آدمی پڑھ جائے وہ ابجد ہی میں رہے گا۔ اخلاق ربانی لامحدود ہیں۔ بلحاظ کمال کے کتنا ہی با اخلاق بن جائے پھر بھی وہ نیچے ہی رہے گا اور لامحدود مراتب ہیں اخلاق کے۔

اس واسطے حضرات صوفیا کے ہاں صوفی کا لقب ہے نامراد کہ وہ ایسا خطرناک لقب رکھتے ہیں کہ ہوتا تو ہے حقیقت پر مبنی، مگر ڈراؤنا لفظ ہوتا ہے۔ یعنی جسے ہم بامراد سمجھتے ہیں کہ کامل و مکمل اسے یہ کہتے ہیں "نامراد" اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک طریقت تو کبھی مراد پر پہونچتا ہی نہیں۔ حق تعالیٰ کے مراتب و کمالات لامحدود ہیں۔ جس حد تک پہونچے گا لامحدود درجے معلوم ہوں گے کہ باقی ہیں، تو وہ کبھی انتہا کو پہونچے گا نہیں۔ تو اس لیے انہوں نے لقب ہی رکھ دیا نامراد۔ تو

اے برادر بے نہایت درگاہ است

بے انتہا درگاہ ہے، چلتے جاؤ کوئی حد و حساب ہی نہیں۔ حتیٰ کہ آپ جنت میں بھی پہونچ جائیں گے اور انشاء اللہ ضرور پہنچو گے وہاں بھی آپ پڑھتے ہی رہیں گے۔

باقی آئندہ

امیر شریعتؒ کے شہر میں

رپورٹ: زاہد الراشدی

دینی مدارس کے تحفظ کیلیے علماء کرام کا اہم فیصلہ

اتحاد و یگانگت کا روح پرور منظر

مولانا پیر کرم شاہ الازہری

نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تجربہ جو یہاں کیا جانے والا ہے اس سے قبل تاشقند بخارا، ماوراالنہر جیسے علمی مراکز میں کامیاب ہو چکا ہے اور اس سلسلہ میں علماء کرام کو جس حریف سے پالا پڑا ہے وہ بہت شاطر ہے۔ اس لیے علماء کرام کو سوچ سمجھ کر مضبوط قدم اٹھانا چاہیے۔

آپ نے کہا ہم نے مدارس ان لوگوں کے لیے بنائے، اگر ہم نے مدارس ان کے حوالے کر دیئے تو جن لوگوں نے مدارس کے قیام میں ہماری امداد کی تھی ان کی روحیں تڑپ اٹھیں گی۔

میاں فضل حق

جمعیۃ اہلِ حدیث کے ممتاز رہنما، اور جامعہ سلفیہ لائل پور کے صدر جناب میاں فضل حق صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ تحریک ختم نبوت کی طرح مدارس دینیہ کے تحفظ کے لیے بھی متحدہ اور ہمہ گیر جدوجُہد ہونی چاہیے۔ حریف نے ہمارا ردعمل معلوم کرنے کے لیے ہمارے گھر میں پتھر پھینکا ہے ہمیں بیداری اور اتحاد کا ثبوت دینا چاہیے، تاکہ یہ ناپاک سازش ناکام ہو جائے۔

چوہدری نذیر احمد مہتمم

جامع العلوم ملتان نے کہا کہ یہ اقدام دین آزاد کا گلا گھونٹنے کے مترادف ہے، اگر ہم نے پوری قوت کے ساتھ اس کی مزاحمت نہ کی تو پھر وقت ہاتھ میں نہیں آئے گا۔

جناب حکیم عبدالرحیم اشرف

نے اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام دراصل حکمرانوں کے منصوبہ کی آخری اور فیصلہ کن کڑی ہے۔ اس سے پہلے وہ ہزاروں اور مساجد کو تحویل میں لے چکے ہیں اور فقہی مسائل مجروح ہوتے ہوئے بھی جب ان کی مزاحمت نہ ہوئی تو آخر میں انہوں نے مدارس کو بھی قومیانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس اقدام کے پیچھے چار مقاصد کارفرما نظر آتے ہیں:

۱۔ عامۃ الناس کا یہ رجحان کہ ہمارے مصائب کی وجہ دین سے انحراف ہے، سوشلسٹ حکومت اس رجحان کو ختم کر کے مادہ پرستانہ رجحان پیدا کرنا چاہتی ہے۔

۲۔ عوام عمل کے بارے میں کمزور ہونے کے باوجود دین کے نام پر بڑی سے بڑی قربانی کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ حکمران علماء کو کنٹرول میں لے کر عوام کے جذبہ قربانی کو دین کے نام پر اپنے حق میں استعمال کرنا چاہتے ہیں

۳۔ موجودہ حکمران مختلف میدانوں میں ناکامیوں کے بعد کچھ کامیابیاں بھی قوم کو دکھانا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہم مدارس کو تحویل میں لے کر یہ کہیں گے کہ علماء ان مدارس میں یہ خرابیاں کرتے تھے ہم نے ان کو دور کر کے دینی تعلیم کی سرپرستی کی ہے۔

۴۔ علماء کرام کے اثرات ختم کرنے کے لیے ان کے اڈوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بعد ان کا مقصد وہ بدترین قسم کی آمریت مسلط کرنا ہے جو بخارا سمرقند، تاشقند میں مسلط ہو چکی ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب

ممبر قومی اسمبلی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے ارشاد فرمایا کہ حکومت دُوسرے شعبوں میں قومیانے کے عمل کے ذریعہ استحصال کر چکی ہے اور دین کا استحصال کرنا چاہتی ہے اور دین کو لونڈی بنانا چاہتی ہے۔

حکومت بالکل اسی طرح مدارس ختم کرنا چاہتی ہے جس طرح انگریز نے کیا تھا، لیکن حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھ کر مدارس کا تحفظ کیا۔ یہ دارالعلوم کی برکت ہے کہ انگریز کی طرف سے دینی تعلیم کو مٹانے کی تمام تر کوششوں اور عیسائی مشنریوں کی بے پناہ ناپاک مساعی کے باوجود دین زندہ ہے۔

حکومت یہ سمجھتی ہے کہ جب تک یہ مدارس موجود ہیں، ان کی شاطرانہ چالیں اور

باطل کا غلبہ اس ملک میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ایوب خاں نے ایک دور میں کہا تھا کہ ہم ایک دارالعلوم دیوبند کا واویلا کرتے تھے، مولویوں نے پاکستان کے گھر گھر میں دیوبند بنا دیا ہے۔

باہمی اتحاد کی ضرورت

آپ نے کہا ہمیں باہمی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے اس مقدس مشن کی خاطر متحد ہو جانا چاہیے اور کسی بھی قسم کی لالچ اور انتشار کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

ہم حکومت کو امداد دیں گے۔

کچھ عرصہ قبل حکومت نے دارالعلوم حقانیہ کے سلسلہ میں ہمیں کہا کہ حکومت دارالعلوم کی امداد کرنے کے لیے تیار ہے۔ ہم نے کہا ہمیں امداد کی ضرورت نہیں، بلکہ اگر حکومت چاہے تو اس کی امداد کرنے کے لیے تیار ہیں۔ حکومت اپنے الگ مدارس قائم کر لے۔ جہاں تک ہم سے ہوا ہم اس کی امداد کریں گے۔ لیکن ہمیں اس کی امداد کی ضرورت نہیں۔

مولانا مفتی زین العابدین

مہتمم ۔العلوم لائل پور نے فرمایا کہ اللہ کی مدد دو باتوں پر آتی ہے۔

۱۔ انابت الی اللہ یعنی اپنی کوتاہیوں کے اعتراف کے ساتھ آیندہ ان کے ازالہ کا عزم کیا جائے اور نیتوں کو صاف کیا جائے۔

۲۔ باہمی جوڑ یعنی آپس کے اختلافات کو ہوا دینے کی بجائے اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کر دیں اور یک جان ہو کر فتنہ کا مقابلہ کیا جائے۔

وفد کی تشکیل

میری رائے میں ایک مضبوط وفد تشکیل دیا جانا چاہیے جو مدارس کے سلسلہ میں حکمرانوں سے تفصیلی بات چیت کر کے انہیں اس کے مضرات و مضرات سے آگاہ کرے اور اس وفد کی بات چیت کی روشنی میں آیندہ لائحۂ عمل طے کیا جائے۔

مولانا مفتی محمد حسین نعیمی

مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری غلطیاں ضرور ہیں، لیکن یہ وقت ان میں الجھ جانے کا نہیں مسئلہ فوری نوعیت کا ہے۔ اس لیے ہمیں اس اقدام کا سدِ باب کرنے کے لیے کوئی معقول قدم اٹھانا چاہیے۔

قائدین کے خطابات کے بعد علامہ محمود احمد رضوی کی تجویز پر تینوں مکاتب فکر کے مندرجہ ذیل نمایندوں پر مشتمل کمیٹی قائم کر دی گئی تاکہ متفقہ لائحہ عمل طے کیا جا سکے۔

۱۔ دیوبندی :

مولانا محمد یوسف بنوری کراچی، مولانا مفتی محمود، ملتان، مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک مولانا مفتی زین العابدین لائل پور، مولانا نور محمد سجاول سندھ۔

۲۔ بریلوی :

علامہ عبد المصطفٰے الازہری کراچی، پیر کرم شاہ الازہری بھیرہ، علامہ محمود احمد رضوی لاہور، مفتی محمد حسین نعیمی لاہور مفتی عبد القیوم صاحب۔

۳ اہلِ حدیث :

مولانا حافظ عبد القادر روپڑی، مولانا معین الدین لکھوی، جناب میاں فضل حق مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد اسحاق چیمہ

عصر کے بعد کمیٹی نے بند کمرہ میں اجلاس کیا اور تفصیلی بحث و تمحیص کے بعد آیندہ کے لیے لائحہ عمل طے کیا گیا۔

فیصلوں کا اعلان

مغرب کی نماز کے بعد دوبارہ اجلاس عام منعقد ہوا جس میں علامہ محمود احمد رضوی نے کمیٹی کی تجاویز کا اعلان کیا جو متفقہ طور پر منظور کر لی گئیں۔

الف ان فیصلوں کے مطابق تمام مکاتب فکر کے مدارس کی مشترکہ تنظیم اتحاد المدارس العربیہ کے نام سے قائم کر دی گئی ہے جس کے صدر علامہ سید محمد یوسف بنوری اور ناظم اعلیٰ علامہ سید محمود احمد رضوی ہوں گے۔ اس تنظیم کے مقاصد درج ذیل ہیں :

۱۔ دینی مدارس کے بقاء و استحکام کے لیے متحدہ کوشش کرنا۔

۲۔ مدارس کو حکومت کی مداخلت اور استحصال سے محفوظ و مصئون رکھنا۔

۳ مدارس کو دینی حیثیت سے مزید مفید بنانا۔

ب یہ طے پایا کہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے قادیانیت کے بارے میں آئین کی ترمیم پر عملدر آمد کے سلسلے میں وزیر اعظم بھٹو سے بات چیت کرنے کے لیے جو وفد تشکیل دیا ہے وہ دینی مدارس کے سلسلہ میں بھی وزیر اعظم اور دیگر متعلقہ حضرات سے بات چیت کرے گا اس وفد کے ارکان درج ذیل ہیں :

مولانا مفتی محمود ایم این اے، مولانا عبد المصطفٰے الازہری ایم این اے، پروفیسر عبد الغفور ایم این اے چوہدری ظہور الٰہی ایم این اے، حاجی مولا بخش سومرو ایم این اے۔

ج اجلاس میں ایک قراداد کے ذریعہ دینی مدارس کو قومی تحویل میں لینے لی سلسلہ میں شائع ہونے والی خبر پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے مداخلت فی الدین قرار دیا گیا اور کہا گیا ہے کہ اسے کسی قیمت پر برداشت نہیں کیا جا سکتا

قراداد میں کہا گیا ہے کہ اجلاس وثوق کے ساتھ یہ اظہار کرتا ہے کہ اس غیر جمہوری اور غیر اسلامی اقدام کا اصل محرک وہ سوشلسٹ طبقہ ہے جو دینی اقدار کو ختم کرنا چاہتا ہے

حافظ محمد اسلم شیخوپوری

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ

ہند کے ظلمت کدہ میں مسلمانوں کی عظمت و حکمرانی کا آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ گلستانِ مسلم کی مسحور کن خوشبوئیں تقریباً ختم ہو چکی تھیں۔ گلہائے اسلام ہند میں قریباً پژمردہ تھے۔ اسلام کے لیے قلبِ مسلم کی تڑپ مثلِ نابود تھی اور فرنگیوں کی حکمرانی کا سورج نصف النہار پر تھا۔ ہندوستانیوں کے قلوب سفید فام قوم کے جبر و ستم سے خوفزدہ تھے۔ تلواروں کے سائے میں پلنے والے بھی سہمے ہوئے نظر آتے تھے۔ موت سے آنکھ مچولی کھیلنے والے بھی اپنی حالتِ زار کی وجہ سے حیاتِ مستعار سے تنگ آچکے تھے۔ حریت پسند بھی غلامی پر مجبور ہو چکے تھے۔ ان کی قیادت مفلوج ہو چکی تھی۔ ہدایت و رہنمائی کا کوئی چراغ نظر نہ آتا تھا۔

اس ذلت و بربادی سے ان کی آنکھیں نمناک رہتی تھیں۔ ہر طرف زوال و انحطاط کے بھیانک سائے دکھائی دیتے تھے۔ دامنِ جہاں میں ہندوستانیوں کی المناک زندگی کے ایک تاریک باب کا تاریخ میں اضافہ ہو چکا تھا۔ ہند کے گوشے گوشے میں ایسے دبستاں ضرور موجود تھے جہاں علم و دانش کے چراغ جلتے تھے، مگر ان کی لو مدہم پڑ چکی تھی۔ مساجد کے میناروں سے آذان کی صدائیں گونجتی تھیں، مگر تاثیرِ اذاں نہ رہی تھی۔ خطباء و مقررین ضرور تھے، مگر تقریروں میں وہ سوز نہیں تھا جو خرمنِ کفر کو جلانے اور قلعۂ جبر و ستم کو گرانے کا کام دے۔ یعنی کہ ؎

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالیؓ نہ رہی

یہ وہ وقت تھا جب فرنگی نے انا لاغیری کا تصور کیا ہوا تھا۔ انصاف کو ظلم اور عین تشدد کو عدل کا نام دیدیا گیا تھا۔ سفید فام قوم کے لیے اپنے علاوہ ہر قوم کو ذلیل و خوار کرنا جائز ہی نہیں مثلِ وجوب تھا۔ اسی وجہ سے وہ ترکی جس نے حسبِ قوانین دول و لوازمات انسانیت بہت زیادہ حقوق دیئے خطا کار ٹھہرا کیونکہ بدنصیبی سے ترکی ایشیائی تھا یوربین نہیں تھا۔ مسلم تھا مسیحی نہ تھا۔ کمزور تھا قوی نہ تھا۔ اس کی بھلائیاں بھی برائیاں ہو گئیں، اس کی مراعات بھی مظالم ہو گئیں۔ اس نے دوسری دول کے اسیروں کے ساتھ وہ معاملات کیے جو کہ اپنے قومی بچوں اور شاہی فوجیوں اور افسروں کے ساتھ نہ کیے تھے، مگر خطا دار نکلا اور برٹش نے سب کچھ کیا، مگر بھلا کا بھلا ہی رہا۔

یہ شاعرانہ تخیل اور ادیبانہ انشاپردازی ہی نہیں امر واقعہ اور حقیقت ہے۔ واقعی یہ وہ وقت تھا جب انگریزی حکومت سے اختلاف کا خواب بھی جسم پر لرزہ طاری کر دیتا تھا۔ صریحی ناانصافیوں کو شک کی نظر سے دیکھنا بھی جرم شمار ہوتا تھا۔ مولانا ظفر علی خاں نے سچ کہا تھا :

شہادت کی تمنا ہے تو انگریزی حکومت پر
کسی مجلس میں جاکر نکتہ چینی برملا کر دے

لیکن آپ ان واقعات سے یہ تصور نہ کریں کہ ایسے ستم گری کے دور میں کوئی بھی صدائے حق بلند کرنے والا نہ اٹھا۔ معلن لاتقنطوا خزاں کے سناٹوں میں بھی بہار پیدا کرتا ہے۔ ظلمات میں امید ضیا بخشتا ہے۔ فرعون کے لیے موسیٰؑ اور نمرود کے لیے ابراہیمؑ بھیجتا ہے۔

تو آئیں! ہم اوراقِ تاریخ سے سوال کریں کہ اس دورِ منافقت و تشدد میں بھی کوئی نور کو روشنی اور ظلمت کو اندھیرا کہنے والا تھا؟ ہندوستانیوں کے لیے کسی کا دل دھڑکا۔ یقیناً جواب اثبات میں ہوگا تو پھر وہ کون تھا؟

اگر آپ ایک حقیقت جو کی حیثیت سے تاریخ سے سوال کریں گے تو جواب میں آپکو دیوبند کے ایک بوریانشین کا نام سرِفہرست نظر آئے گا۔ جس کا اسم گرامی **محمود الحسنؒ** تھا۔ مولانا محمود الحسنؒ نے بڑی حکمت و دانائی سے حالات کا مؤمنانہ انداز میں مقابلہ کیا اور اسلام کی سربلندی اور ہندوستان کی آزادی کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کیں۔ ان کے دل میں تڑپ اور سوز و اضطراب تھا۔ غیرت و حمیت تھی۔ ان کا مؤمنانہ عزم جواں تھا اور مجاہدانہ قوت بیدار تھی۔ ان کے سامنے حال کے مسلمانوں کی خستہ حالی بھی تھی اور اسلاف کے تابناک کارنامے بھی۔ حال کی دلسوز ناکامیاں بھی اور ماضی کی بے شمار کامرانیاں بھی۔ حال کی ناپاک غلامی بھی اور تاریخی آزادی کا روشن باب بھی۔ وہ یہ دیکھ کر تڑپ اٹھتے تھے کہ علماء کرام سیاست سے کنارہ کش ہیں اور

میدانِ عمل میں آنے سے کترا رہے ہیں، یہ بات بھی ان کے لیے بڑی دلسوز تھی کہ محبت اسلام کے مدعی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے جی چرا رہے ہیں۔ [illegible] نے برملا کہا تھا:

> "اے نونہالانِ وطن جب مَیں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار (جس میں میری ہڈیاں پگھلی جا رہی ہیں) مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں۔ تو مَیں نے اور چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا۔"

شیخ الہندؒ کے حالات کا مختصر تذکرہ

تعلیم وتربیّت:

مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ قصبۂ دیوبند ضلع سہارنپور کے باشندے تھے۔ آپ کے والدِ گرامیٔ قدر کا نام مولانا ذوالفقار علی تھا اور وہ ۱۸۵۰ء بعہدۂ ڈپٹی انسپکٹر مدارس بانس بریلی میں ملازم تھے اور وہاں ہی ۱۸۵۰ء کے آخر یا ۱۸۵۱ء کے ابتدا میں شیخ الہندؒ کی پیدائش ہوئی۔ قرآن مجید اور ابتدائی فارسی کی کتابیں ایک دیندار بزرگ حضرت میانجی منگلوری صاحب سے پڑھیں اور کتب عربیہ اپنے بافضل وکمال چچا مولانا مہتاب علی سے پڑھنی شروع کیں۔ پھر جب ۱۲۸۳ھ میں دار العلوم دیوبند قائم ہوا اور حضرت نانوتویؒ اس کے سرپرست مقرر ہوتے تو ایک لڑکا محمود الحسن سب سے پہلے متعلم کی حیثیت سے دار العلوم میں داخل ہوا جس کو بعد میں زمانہ نے شیخ الہندؒ کے نام سے پکارا شیخ الہند نے اکثر کتبِ درسیہ مدرسہ کے اولین و مشہور استاد ملا محمود صاحبؒ سے پڑھیں۔ بعد میں اپنے مخصوص استاد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی خدمت میں دیوبند اور میرٹھ میں رہ کر صحاح ستہ اور دیگر علوم کی اعلیٰ کتب پڑھ کر فیوض وکمالات حاصل فرمائے۔

ابتدائے سیاست:

دراصل مولانا کے میدانِ سیاست میں جلوہ گر ہونے کی اصل وجہ فرنگی سے نفرت تھی اور وہ کیوں تھی؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ وہ غیر مسلم تھا؟ یا اس وجہ سے کہ وہ یورپین تھا؟ نہیں بلکہ اسبابِ نفرت کچھ اَور تھے اور وہ فرنگی کا ظلم وستم نسلی امتیاز اور ہندوستانیوں کے ساتھ وہ سلوک روا رکھتا تھا جنہیں ایک انسان بحیثیتِ انسان حیوانوں کے ساتھ بھی گوارا نہیں کرتا۔ ظالم فرنگی ہندوستانیوں کی توہین وتذلیل، قتل وغارت بربادی اور ہلاکت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا۔ بیرونِ ہند ہندوستانیوں کو وحشی نیم تعلیم یافتہ، جاہل، غیر مہذب، قلی وغیرہ مشہور کیا گیا۔ انکو غیر قابلِ حکومت، ناسمجھ، نالائق بتلا کر ناقابل آزادی بتلایا گیا۔ ان کو مذہبی دیوانے کنگال لڑاکو دکھلایا گیا۔ ساؤتھ افریقہ، امریکہ کینیڈا آسٹریلیا، کینیا، ماریشس، نیوزی لینڈ اور دیگر ممالکِ یورپیہ وافریقہ میں ہندوستانیوں کو حقوقِ شہریت سے محروم کرایا گیا اور ستم بالائے ستم یہ کہ اندرونِ ہند بھی ہندوستانیوں کے لیے ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے گئے اور اس بات کی تصدیق وہ خود کرتے تھے۔

مشہور انگریز سر جان شور ۱۹۲۳ء میں انگریزی قانون پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے:

> "وہ ہر عہدہ عزت اور منصب جس کو قبول کرنے کے لیے ادنیٰ سے ادنیٰ انگریز کو آمادہ کیا جا سکتا ہے، ہندوستانیوں کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔"

اور حضرت شیخ الہندؒ کو انگریز سے نفرت تو اس وقت سے ہو گئی تھی جب چھ سات برس کی عُمر کے تھے اور آپ کے والدِ ماجد کا تبادلہ شہر میرٹھ ہو گیا۔ ۱۸۵۷ء میں مشہور ہنگامۂ انقلابِ آزادی ہوا۔ ۱۸۵۷ء کے واقعات کو اگرچہ صغرسنی کی وجہ سے نہ تو پوری طرح دیکھ سکتے تھے اور نہ ہی پوری طرح یاد رکھ سکتے تھے، مگر اجمالی طور پر یاد تھے اور طبیعتِ غیور کی وجہ سے ان واقعات کی کھوج میں لگے رہتے تھے۔ زمانہ صغر کے بعد اپنے والدین ماجدین، اساتذہ اور گرد وپیش سے وہ انسانیت سوز مظالم، وحشت ودرندگی اور بربریت کے معاملات جو انگریز نے ہندستانیوں کے ساتھ کیے تھے سنے تو غیرت وحمیّت اور قوی حافظہ کی وجہ سے سینہ مبارک میں محفوظ ہو گئے اور جب فرنگی کے مظالم کا خود مظاہرہ کیا تو اگرچہ ان کو معلُوم تھا کہ انگریز کی حکومت سے غداری کی سزا کتنی ہولناک اور شدید ہوتی ہے، مگر ان کو اپنے اسلاف سے جو ورثۂ عزم واستقلال، حق گوئی وبے باکی ملا تھا چین نہ لینے دیتا تھا۔

بہرحال اسی صورت حال سے مولانا کے دل میں انگریز کے خلاف نفرت کا پیدا ہونا اور میدان عمل وسیاست میں اُتر آنا نہ صرف یہ کہ بتقاضائے مذہب تھا، بلکہ ان کی غیرت مندی اور وطنی ہمدردی کا عین مقتضیٰ تھا۔

واقعی شیخ الہندؒ اسلام کا بڑا درد رکھتے تھے وہ درویش صفت انسان تھے۔ سادگی وقناعت کا مجسمہ اور وقار وتمکین کا پیکر تھے۔ علم وادب کے رمز شناس سیاست کے امام اور دین وتقویٰ کے مجسمہ تھے۔ ان کے دل میں تڑپ اور سوز واضطراب تھا اور غیرت وحمیت تھی۔ ان کی طبیعت میں فروتنی عاجزی، نفس کشی خمول تواضع انکساری کسر

باقی ص ۲۴ پر

شہر شہر سے

جمعیۃ علماء اسلام کی سرگرمیاں

کراچی: ۔ جمعیۃ العلماء اسلام کراچی ڈویژن کے تمام انتخابات مکمل ہو گئے ہیں جو درجِ ذیل ہیں: ۔ ——— علاقہ مشرقی۔ سرپرست مولانا غلام صمدانی۔ امیر حمید الظفر ایڈووکیٹ۔ نائب امیر، مولانا عبدالقدوس۔ مولانا قطب الدین ناظمِ اعلیٰ، صوبیدار گل عنایت شاہ۔ ناظم، قاری محمد صدیق صاحب۔ قاری عبدالباسط مرزا۔ ناظمِ نشریات، مولانا حضرت ولی۔ خازن، مولانا شوکت علی۔ سالارِ اعلیٰ، مولانا عبدالرؤف صاحب۔

وسطی ضلع: ۔ سرپرست۔ حکیم محمد اسحاق۔ امیر حافظ غلام سرور۔ نائب امیر، مولانا عبدالصادق۔ ناظم اعلیٰ قاری عطاء اللہ۔ ناظم، مولانا نیک محمد صوفی محمد صدیق صاحب۔ ناظم نشریات، مولانا عبدالمجید صاحب۔

غربی ضلع: ۔ امیر، حاجی دلمراد صاحب۔ نائب امیر، قاری اسماعیل صاحب، مولانا عبدالمجید صاحب۔ ناظمِ اعلیٰ، مولانا محمد شوکت، ناظم لعل محمد عباسی، وزیر احمد۔ خازن، محمد یوسف گلفام ناظمِ نشریات، محمد سعید صابر۔ سالار رضا محمد بلوچ۔

ڈویژنل عہدیداران: ۔ سرپرست حاجی دلمراد۔ امیر، مولانا نورالہدیٰ۔ نائب امیر مولانا علی محمد، مولانا صمدانی۔ ناظم اعلیٰ صوفی عبدالحنان صاحب ناظم، صوفی جمیل احمد، خازن، مفتی احمد الرحمٰن۔ سالارِ اعلیٰ، خان محمد۔ ناظم نشریات قاری شیر افضل۔ ناظم دفتر، شیخ محمد سعدی۔

راولپنڈی: ۔ جمعیۃ العلمائے اسلام راولپنڈی کے ناظم اطلاعات جناب سید افضال احمد قادری نے جمعیۃ کی تمام شاخوں سے اپیل کی ہے کہ حکومت کی طرف سے بلدیاتی اداروں کے انتخابات کے واضح اعلان کے بعد ملک بھر کی شاخیں اپنے اپنے علاقوں میں کام کی رفتار تیز تر کر دیں۔ نیز مرکزی رہنماؤں سے درخواست کی ہے کہ وہ براہِ کرم صوبائی شاخوں کو انتخابات کی تیاری کے احکامات جاری فرمائیں۔

ٹیکسلا: ۔ جمعیۃ العلمائے اسلام کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت مولانا روشن دین صاحب منعقد ہوا۔ جس میں گڑھی افغاناں۔ بھبیرہ۔ پنڈ گاکولرٹہ۔ لوسر شرفو۔ ڈھبیاں اور واہ کینٹ کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اجلاس میں علاقہ بھر میں کام کی رفتار تیز کرنے کا پروگرام بنایا گیا اور درج ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا۔

امیر، حکیم احمد حسین۔ بھوٹی کاڈ۔ نائب امیر مولانا محمد اکرم صاحب ملّو ذہری۔ ناظم اعلیٰ، مولانا محمد اسلم صاحب گڑھی افغاناں۔ ناظم میر افضل صاحب پنڈ گاکھڑہ۔ ناظم نشریات، شیخ عبدالعزیز ٹیکسلا۔ خازن، عبدالرحمٰن صاحب ٹیکسلا۔ اجلاس میں مرکزی اکابرین پر اعتماد اور مولانا ظفر عثمانی اور مولانا بشیر احمد پسروریؒ کی وفات پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔

دینہ: ۔ جمعیۃ العلمائے اسلام دینہ کے قائم مقام سیکرٹری جنرل خواجہ سیف الرحمٰن اور اور ناظم نشریات حافظ محمد رفیق نے موضع ریحانہ کا تنظیمی دورہ کیا۔ ہر دو حضرات نے عوام کو جمعیۃ کے منشور اور پروگرام سے آگاہ کیا۔ مولانا مفتی محمود صاحب کے دورِ حکومت کی اصلاحات پر روشنی ڈالی۔ خواجہ صاحب نے ریحانہ کے عوام کو تلقین کی کہ وہ یہاں جمعیت کی شاخ قائم کریں۔ لوگوں نے وعدہ کیا کہ وہ جلد جمعیت کی شاخ قائم کریں گے۔ لوگوں نے اس عزم کو دہرایا کہ وہ اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور ہر مرحلہ پر جمعیت کا ساتھ دیں گے۔

عارف والا۔ جمعیۃ العلمائے اسلام عارف والا کے ایک ہنگامی اجلاس میں، ایس۔ پی ساہیوال کے اس فعل کی سخت مذمت کی گئی جس کا ارتکاب اس نے کھلی کچہری لگا کر کیا۔ گذشتہ دنوں ایس۔ پی چیمہ نے متحدہ محاذ کے صدر چوہدری محمد فیاض کی بے عزتی کی۔ جس سے عارف والہ کے تمام شہری مشتعل ہیں۔ اجلاس میں حکومت سے عارف والا کے لیے گھی کا کوٹہ بڑھانے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔

تحصیل بھکر: ۔ گذشتہ دنوں جمعیت العلمائے اسلام کے زیر اہتمام ایک جلسۂ عام ہوا جس میں مولانا عبدالستار تونسوی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلامی نظام کے بغیر پاکستان کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ آپ نے کہا جن لوگوں نے روٹی کپڑا اور مکان کے نام پر ووٹ لئے سب سے زیادہ روٹی کپڑے اور مکان کی قلت انہیں لوگوں کے دورِ اقتدار میں پیش آئی۔ مولانا عبداللہ صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ

ہمارا ملک اس وقت جتنی مشکلات میں مبتلا ہے اس سے پہلے اتنی مشکلات میں کبھی نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود ہمارے حکمرانوں کا رویہ درست نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جب تک یہ ملک اپنی اصل بنیاد پر کھڑا نہیں ہوگا، مشکلات دوچند ہوتی رہیں گی۔

فورٹ سنڈیمن:۔ گذشتہ دنوں مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا ایک خصوصی اجلاس صوفی محمد علی پانیزئی کی صدارت میں ہوا۔ جس میں مولانا محمد عمر کی رہائی کے بعد گرفتاری کی سخت مذمت کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا، کہ مولانا محمد عمر کو فوراً رہا کرے ورنہ حالات کے خراب ہونے کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

صوفی محمد علی صاحب نے بتایا کہ مجسٹریٹ مقرر کرتا ہے مگر مولانا کو پیش نہیں کیا جاتا۔ فورٹ سنڈیمن کے عوام مولانا محمد عمر کے ساتھ اس قسم کی زیادتی برداشت نہیں کر سکتے۔ حکومت کو فوراً ان کی رہائی کا حکم صادر کرنا چاہیے۔

کرم ایجنسی:۔ جمعیۃ العلمائے اسلام کرم ایجنسی کا ایک ہنگامی اجلاس جناب ڈاکٹر شبیر حسین کی صدارت میں ہوا۔ دیگر علماء کے علاوہ ڈاکٹر شبیر حسین نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں متحد ہوکر اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعہ مولانا نورالحق نوشہروی صاحب کے قتل پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا کہ قاتلوں کو جلد از جلد گرفتار کر کے سزا دی جائے۔ اجلاس میں مولانا نورالحق نوشہری کی خدمات کو سراہا گیا۔ آخر میں کرم ایجنسی کے علمائے کرام نے مولانا عبداللہ درخواستی اور مولانا مفتی محمود صاحب کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔

شاہدرہ:۔ جمعیۃ العلمائے اسلام شاہدرہ کے ایک اجلاس میں تمام ذیلی حلقوں کا تنظیمی دورہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ تاکہ نظام شریعت کانفرنس کے لیے تیاریاں کی جائیں۔ ایک قرارداد کے کے ذریعہ جناب حنیف رامے کی ان تقریروں کی مذمت کی گئی جن میں مولانا مفتی محمود کی شان میں نازیبا الفاظ کہے ہیں۔

قصور:۔ تحصیل قصور کے دیہات اور شہروں میں جمعیۃ العلمائے اسلام کی شاخوں کے قیام کے پروگرام کے پہلے مرحلہ پر جمعیۃ قصور سب ڈویژن کے جنرل سیکرٹری محمد یحییٰ ہمدانی۔ ناظم نشریات چوہدری محمد شفیع۔ مولانا محمد حنیف ایم۔ اے۔ اور ماسٹر محمد اسحاق نوری پر مشتمل ایک وفد موضع تارا گڑھ پہنچا۔ بعد نماز عشاء مسجد دارالعلوم محمودیہ تارا گڑھ میں اجتماع ہوا۔ وفد کے ارکان کے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے موجودہ حالات اور حکومت کی غلط پالیسیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور عوام سے درخواست کی کہ ان حالات میں جمعیۃ کے ساتھ تعاون کر کے اسلامی انقلاب کے لیے راہ ہموار کی جائے بہت سے لوگوں نے جمعیۃ کی رکنیت اختیار کی اور شاخ کی تشکیل عمل میں آئی ..... درج ذیل حضرات منتخب ہوئے ..

امیر، مولانا عبدالکریم صاحب۔ نائب امیر حافظ محمد اشرف۔ ناظم عمومی، حافظ عبدالرشید۔ خازن، نعمت سعید خاں۔ ناظم نشریات، محمد سعید خاں عرف منے خاں۔ تقریباً تیس افراد نے جمعیۃ کی رکنیت قبول کی۔

رپورٹ

جمعیۃ علماء اسلام ضلع رحیم یارخاں

گذشتہ روز جمعیۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام مڈگاعنسن = بھودی پور ماچھیاں = ہیڈ للکانی = مورخہ ۲۵-۲۶-۲۷ جنوری ۱۹۷۵ء تبلیغی پروگرام منعقد کیے گئے۔ جس میں حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری نے خطاب فرمایا۔ ان مقامات پر جلسہ عام کے علاوہ خصوصی اجلاس بھی ہوئے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالشکور نے فرمایا کہ ملک میں امن اسلامی قانون کے نفاذ سے آسکتا ہے۔ کیونکہ انسانوں کو اسلام کے لیے مکلف بنایا گیا ہے۔ صوبہ سرحد میں اسلام کی حکمرانی کا نمونہ عوام نے دیکھا۔ ابھی چند ماہ قائد جمعیت مولانا مفتی محمود نے اقتدار سنبھالا تو بلاسود قرضے جاری کیے گئے۔ شراب کی حرمت ہوگئی۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں میں کتاب وسنت کے انوار نظر آنے لگ گئے تھے۔ آج دنیا والے پریشان ہیں۔ اضطرابی کا یہ عالم ہے کہ بعض لوگوں کی حرام ہوچکی ہیں بعض لوگ اس قدر تنگ آچکے ہیں کہ خودکشی کرنے پر مجبور ہیں۔ ان تمام پریشانیوں کا حل اسلام میں موجود ہے۔ لوگ رات جاگتے ہوئے بسر کرتے ہیں کہ ہمارا مال بچ جائے اسلام میں حکمران پہرہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مورخہ ۲۸-۲۹-۳۰ جنوری حلقہ ہیجا۔ بستی مومن۔ چک ۱۹۵ پاڑہ میں تنظیمی دورہ کیا گیا۔ ان اجلاس میں جمعیۃ علماء اسلام صوبہ پنجاب کے سینئر مولانا غلام ربانی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ صوبہ بلوچستان میں مظالم کی انتہا ہوچکی ہے۔ ان کے جانوروں کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ان کے لیڈروں اور کارکنوں کو تکلیفیں دی جا رہی ہیں۔ گھروں میں رکھے ہوئے اناج کو جلا دیا جاتا ہے۔ پینے کے لیے چشموں سے پانی بند کر دیا جاتا ہے ان پر غلط مقدمات بنائے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود بلوچستان کے عوام اسلام اور پاکستان کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ مولانا موصوف نے کارکنوں کو منظم ہونے کی ہدایات جاری کیں۔ اجلاس میں مولانا قاری حماد اللہ شفیق ضلعی سالار جمعیۃ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مرزائیوں کو اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے پر سزا دی جائے۔ قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔ انہوں نے دیہی علاقوں میں بڑھتی چوریوں پر اظہار تشویش کیا اور مطالبہ کیا کہ چوروں کے سرغنوں اور بھونگا لینے والوں

کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں۔ مولانا موصوف نے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے پر زور مطالبہ کیا۔

پٹن اور کے زلزلہ زدگان کیلئے جو امدادی کام ہو رہا ہے اس پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ امدادی سامان برسر اقتدار اور اپوزیشن کے ارکان پر مشتمل کمیٹی تقسیم کرے۔ ان علاقوں سے مندرجہ ذیل قراردادیں پاس ہوئیں:

(۱) ملک میں اسلامی نظام کو نافذ کیا جائے۔

(۲) ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی پر اظہار تشویش کیا گیا۔ (۳) ضلع رحیم یار خاں میں نہری پانی کے کوٹہ کو بڑھایا جائے جبکہ آبیانہ ہر سال زیادہ لیا جاتا ہے تو پانی کے کوٹہ کو بھی بڑھا جائے۔ دیہی علاقوں میں آٹا وافر مقدار میں مہیا کیے جانے کا مطالبہ کیا گیا۔

زلزلہ زدہ افراد کے لیے

جمعیۃ علمائے اسلام کے مرکزی رہنماؤں کی اپیل پر ضلع ملتان سے متاثرین سوات کے لئے عطیات و سامان جمع کرنے کی مہم شروع کر دی۔ درج ذیل جماعتوں نے اس مہم میں حصہ لیا۔ ابھی کام جاری ہے۔

اندھی کھوہی جمعیۃ علمائے اسلام تاجران پارچہ
نقد ۔۔۔ ۱۸۰۰ ۔ ۱۲ تھان کپڑا ۱۴۳ گز ۹ لحاف سادہ
کہروڑ پکا ״ ״ ۔۔۔ ۵۰۰
حسن پروانہ خواجہ کالونی جمعیۃ علمائے اسلام ملتان
ایک عدد کمبل پرانا نقد ۔۔ ۴۸۵
ممتاز آباد ״ ״ ״ ״ ۱۰۰ ۔ ۴۴۰
شجاع آباد ״ ״ ضلع ملتان ۔۔۔ ۳۰۰
لودھراں ״ ״ ״ ״ ۲۷۵ ۔ ۰۰
تلمبہ ۔ بذریعہ سید نیاز احمد شاہ صاحب گیلانی ״ ۲۵۰ ۔ ۰۰
رشید آباد جمعیۃ علمائے اسلام ملتان ۲۲۹ ۔ ۰۰
جلال پور پیروالہ ״ ״ ضلع ملتان ۲۱۴ ۔ ۷۵
قصبہ کوٹہ تھانہ کہروڑ پکا ״ ״ ۲۱۴ ۔ ۰۰
وہاڑی جمعیۃ علمائے اسلام ضلع ملتان ۲۰۰ ۔ ۰۰
جلہ ارائیاں ״ ״ تحصیل ۲۰۰ ۔ ۰۰

۳ تھان پاپلین ۱ تھان لٹھا
چک ۵۰ موضع ٹینگی ״ ״ ضلع ملتان ۔۔۔ ۲۰۰۰
اندرون دہلی گیٹ جمعیۃ علمائے اسلام ملتان شہر ۔۔۔ ۲۰۰
۱۰۰ لحاف سادہ
الفاق پور جمعیۃ علمائے اسلام بذریعہ مولینا فیض احمد ۔۔۔ ۲۰۰
قدیر آباد ״ ״ ملتان شہر ۱۸۱ ۔ ۰۰
اعوان پور ״ ״ ״ ۱۳۱ ۔ ۸۵
کبیر والا جمعیۃ علمائے اسلام ضلع ملتان ۱۳۱ ۔ ۰۰
ملتان شہر ۱۹۵ ۔ ۰۰
میلسی جمعیۃ علمائے اسلام ضلع ملتان ۱۲۵ ۔ ۰۰
نشاط روز ״ ״ ملتان ۱۰۷ ۔ ۵۰
یاد صغرا ״ ״ ״ ۱۰۶ ۔ ۰۰
۱ تھان کپڑا کورا لٹھا
قادر پور راں تحصیل ملتان جمعیۃ علمائے اسلام ضلع ملتان ۔۔ ۹۵
چوک شہیداں جمعیۃ علمائے اسلام ملتان ۷۵ ۔ ۰۰
اتحاد کمیٹی محلہ ورکھاناں ملتان ۷۲ ۔ ۱۰
میاں چنوں جمعیۃ علمائے اسلام ضلع ملتان ۱۰۰ ۔ ۰۰
جمعیۃ علمائے اسلام فرید آباد ۱۰۰ ۔ ۰۰

شیخ اللہ دتہ صاحب کریانہ مرچنٹ اگٹھ کوٹ ۲۲ عدد

سامان متفرق منجانب جمعیۃ علمائے اسلام کہروڑ پکا، سویٹر ۱۲۸، جرسی ۹۰، ٹوپی ۷۷، صابن، صابن ۱۴۸ ٹکیہ، مفلر ۳۴، کمربند ادرجن، دستانہ ۱ کٹورہ ۵ عدد، کپڑا ۹ گز بوری ۲ عدد، پیکنگ والی

یہ سامان اور نقد مبلغ پانچ ہزار روپے لیکر ملتان سے خواجہ محمد عبدالرؤف سالار جمعیت گارڈ صوبہ پنجاب روانہ ہوتے کوٹ ادو سے ضلع مظفرگڑھ کا وفد بھی خواجہ صاحب کی سربراہی میں نقد اور امدادی سامان لیکر پشاور روانہ ہو گیا۔

احمدپور شرقیہ سے امداد

زلزلہ زدہ افراد کی امداد کے لیے احمدپور شرقیہ سے دس ہزار روپے کی مالیت کا سامان خنجال پہنچا۔ جس کو موقعہ پر تقسیم کیا گیا۔ اس علاقے میں یہ پہلا ٹرک تھا جو مصیبت زدہ افراد میں تقسیم کیا گیا۔ جبکہ حکومت کی طرف سے اس سے پہلے وہاں کوئی امداد نہیں پہنچی۔ ڈاکٹر شبیر احمد قریشی جنرل سیکریٹری جمعیۃ علماء اسلام صوبیدار محمد سلیمان اور صوبیدار ریلے خان کی موجودگی میں تمام سامان تقسیم کیا گیا۔

آہ!

مولانا عبدالعزیز (تودیرو والے) رح

جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ کے حلقوں میں یہ خبر نہایت افسوس سے پڑھی جائیگی کہ حضرت مولانا مدنی رح کے شاگرد رشید مولانا ہالیجوی کے خلیفہ دوم جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ کے امیر حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ جنوری ۱۹۷۵ء بروز بدھ حلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم بہت ہی خصوصیات کے مالک تھے۔ طویل مدّت تک درس تدریس کے ساتھ تبلیغ دین اور تصوّف میں زندگی صرف کی۔ آخر دم تک جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ کے امیر رہے۔ آج مدرسہ جامع محمودیہ چوک پر مولانا مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔ ہم مولانا مرحوم کے دفات پر ان کے خاندان کیساتھ برابر شریک غم ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ کریم مرحوم کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے

(آمین)

ملتان کی جیننگ فیکٹریوں کا قابل تعریف کردار

جمعیۃ علماء اسلام ضلع ملتان نے متاثرین سوات کیلئے جینرز سے روئی لحافوں کے لیے مانگی تھی۔ ملتان کے صاحب دل جینرز نے بیس من سے زائد روئی فراہم کر دی جو کہ پشاور بھیج دی گئی۔ تاجران کلاتھ ملتان و جلہ ارائیاں نے متاثرین کے لحافوں کے لیے کپڑا فراہم کیا۔

سعید الرحمٰن علوی کے قلم سے

میں نے دیکھا میں نے سنا

بائیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس

انگریز حکمرانوں نے اپنے دورِ استبداد کے لیے ربانی سند مہیا کرنے کی غرض سے قادیانی دہقان کو منصب نبوت پر بٹھایا تو وقت کے اکابر علماء نے اس فتنہ کے خلاف جہاد کیا۔ لیکن ابتدا میں اس جہاد کی نوعیت اجتماعی سے کہیں زیادہ انفرادی تھی۔ اجتماعی جدوجہد کا دور اس وقت شروع ہوا جب امام العصر حضرت العلام الشیخ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ نے مجلس احرار اسلام کو اس محاذ پر کھڑا کیا۔ مجلس کے ارباب عزیمت نے اس وقت قادیان میں جا کر قادیانی نبوت کو للکارا۔ جب مرزا محمود کی پالیسی کے پیش نظر وہاں کسی کا جانا ناممکن تھا اور انگریز کا تحفظ اس پر مستزاد!

جب ۴۷ء میں ملک تقسیم ہوا تو پاکستان کے حکمرانوں نے تمام تر اسلامی وعدوں کو پسِ پشت ڈال کر ہر قسم کی کافرانہ تحریکوں کو تحفظ دیا۔ مرزائیت کو یوں تحفظ دیا گیا کہ ضلع جھنگ میں دریائے چناب کے کنارے ہزاروں ایکڑ اراضی کوڑیوں کے مول دے ڈالی جہاں انہوں نے اپنا مرکز بنا کر ملک و ملت کے لیے خطرناک صورت پیدا کر دی۔

اکابرینِ احرار نے اس وقت کوشش کی کہ ربوہ میں ہی یا اس کے متصل جگہ مل جائے تاکہ دارالاسلام بن سکے، لیکن حکمرانوں اور قریب ترین علاقہ کے زمینداروں نے تعاون نہ کیا۔ مجبوراً چنیوٹ میں مدافعانہ سرگرمیاں شروع کی گئیں۔

چنانچہ اس وقت سے لے کر اب تک ہر سال دسمبر کے آخری دنوں میں مرزائیوں کے جلسہ کے ساتھ ہی عشاق ختم نبوت کا اجتماع ہوتا ہے۔ سالِ گذشتہ بڑا اہم تھا کیونکہ ملت کی اجتماعی کوشش سے حکومت نے قانونی طور پر مرزائیت کا کفر تسلیم کر لیا ایسے میں ہر کانفرنس کی اہمیت دوچند ہو جاتی تھی، لیکن اتفاق یہ ہے کہ دسمبر ۷۴ء میں کانفرنس نہ ہو سکی۔ جس کی وجہ مجلس استقبالیہ نے یہ بتلائی ہے کہ رہنمایانِ قوم حج پر ہیں، لیکن لاہور کے ایک رسالہ سے معلوم ہوا کہ حکومت نے مداخلت کی ہے۔ اور یکم جنوری ۷۵ء کی یک روزہ کانفرنس میں ارباب مجلس نے بھی یہی بتلایا کہ ان کو ملت کا واسطہ دے کر کانفرنس مؤخر کرنے پر زور دیا گیا۔ بصورت دیگر قانونی ذرائع سے رکاوٹ کی دھمکی دی گئی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ۲۸، ۲۹، ۳۰ جنوری ۷۵ء کو کانفرنس ہو گی۔

بعد میں ۲۹ جنوری کو ہی مجلس عمل کے اجلاس کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ ان تاریخوں میں کانفرنس کے شب و روز ۱۰ اجلاس ہوتے جس میں قائد جمعیۃ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، امیرِ مجلس مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت اقدس مولانا خان محمد کندیاں، نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا محمد شریف صاحب سندھی ناظم اعلیٰ مجلس، مولانا عبد الرحیم اشرف، علامہ احسان الٰہی ظہیر مولانا تاج محمود، میاں طفیل محمد، آغا شورش کاشمیری وغیرہ نے شرکت کی۔

حاضری کے اعتبار سے پہلے دن کا اجلاس انتہائی بھرپور تھا اور دوسری رات کا بھی اپنی مثال آپ، جب کہ تیسری رات کا اجلاس بارش اور شدید سردی کی وجہ سے حاضری کے اعتبار سے کم تھا اور دن کے چھ اجلاس معمولی حاضری کے حامل تھے۔

امیر مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا بنوری نے پاکستان میں مجلس کی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ بیرونِ ملک مثلاً برطانیہ اور ریاست ہائے عرب میں جماعتی کام کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ بہت جلد پوری دنیا میں مجلس کی شاخیں دفاتر، تربیت گاہیں قائم کی جائیں گی۔ آپ نے جماعتی مبلغین کو بالخصوص ہدایت فرمائی کہ وہ اخلاص و للّٰہیت سے کام کریں۔ منافرانہ انداز کو چھوڑ کر دعوتی انداز اختیار کریں۔

مولانا محمد شریف جالندھری نے مجلس کی مختصر تاریخ بیان فرمائی اور بتلایا کہ کس طرح ہم نے بے سر و سامانی کے عالم میں کام شروع کیا اور آج بحمد للہ ہمارا ذاتی دفتر ہے ۴۰ مبلغ ہیں۔ ملک و بیرون ملک مختلف زبانوں میں لٹریچر ہے۔

مولانا اشرف نے مرزائیت کے تازہ بتازہ لٹریچر کی اشاعت پر شدید نکتہ چینی کی اور اس کی ضبطی کا مطالبہ کیا۔

مولانا تاج محمود نے مختلف قرار دادوں کو

باقی ص پر

قاری محمد طیب شاھد

اسلام کا دستور اساسی

سیاسیاتِ اسلامیہ او نظام خلافت پر جب بھی بحث ہوتی ہے تو خود بخود دستورِ اسلامی کا ذکر ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں تو یہ مسئلہ بہت ہی معرکتہ الآرا بن گیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ دستور قانون اور شعائر کے فرق پر غور نہیں کرتے۔ دستور نام ہے اجتماعی سیاسی نظام کا۔ مملکت کی تشکیل کس طرح ہو، ارباب حل وعقد کیسے برسرِ اقتدار آئیں۔ سر حکومت کیونکر اور کن اختیارات کے ساتھ زمام کار سنبھالے، نظام کے کتنے شعبے ہوں اور ان کے ساتھ کن کن امور کا کس طرح انصرام ہو، فرد اور جماعت کے حقوق کی تعیین اور پھر ان کے تحفظ کے وسائل کس طرح مؤثر بنائے جائیں۔ یہ اور اسی قسم کے اُور امور دستور میں بیان ہوتے ہیں۔ اس کے یہی قوانین جن کے تحت جرائم کا سدباب کیا جاتا ہے آمد وخرچ کی جائز وناجائز صورتیں مقرر کی جاتی ہیں۔ وراثت کی تعیین اور تقسیم کے اصول وحدود مرتب ہوتے ہیں۔ معاشرہ کی طہارت اور ترقی کے اسباب متعین کیے جاتے ہیں، یہ اور ایسی باتیں قوانین کے تحت آتی ہیں۔ اجتماعی نظام کی ایک رُوح ہوتی ہے جو ظاہراً وباطناً تمام اصول و قواعد اور مقاصد میں جلوہ گر ہوا کرتی ہے۔ اس رُوح کے مظاہر کو شعائر کہا جاتا ہے۔ اگرچہ بجائے خود ان شعائر کی کچھ اہمیت نہیں ہوتی، لیکن چونکہ ان میں نمود ہوتی ہے رُوح کی اس لیے شعائر کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ شعائر ہی ہیں جو ایک دعوت کے علمبرداروں کو دوسری دعوتوں کے اتباع سے ممتاز کرتے ہیں۔

ان شعائر کے تحت لباس، وضع قطع کھانا پینا، رنج وخوشی، آپس میں ملنا جُلنا اور ملاقات کے آداب اور جذبات وخیالات کے اظہار کے لیے ایک مشترک زبان کو اختیار کرنا اور ایسے امور کی پابندی کرنا جو اپنی وحدت اور دوسروں سے مغائرت کا سبب بنے۔

آج کل مغرب زدہ لوگ یہ کہ دیا کرتے ہیں کہ اسلام کوئی داڑھی کپڑوں میں ہے، لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ دعوتِ محمدیہؐ کے پیروکار اگر اپنے امتیازات قائم نہ رکھیں گے تو نصاریٰ اور یہوُد سے کیسے پہچانیں جائیں گے اور جب ان کا ظاہر روحِ اسلامی سے مطابقت نہیں رکھے گا تو ان کے نفس پر وہ روح کیسے طاری ہوگی اور وہ کیسے اس چیز کو ہر وقت اپنے اوپر طاری رکھ سکیں گے کہ ہماری زندگی کے کچھ مقاصد ہیں اور وہ دوسرے لوگوں سے مختلف ہیں۔ ہم ایک عالمگیر برادری ہیں، جس کا مقصد ہے دوسروں کو اپنے اندر جذب کرنا نہ کہ خود دوسروں میں جذب ہوکر اپنی حیثیت کھو دینا۔

قرآن حکیم آخری کتاب ہے۔ اب انسان کو خدائے عزوجل کی طرف سے کوئی اور ہدایت نامہ نہیں دیا جائے گا۔ اس کتاب میں زندگی کے نظریات اور اصول بیان کیے گئے ہیں جن اصحاب کو قرآن حکیم کے صحیح مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی ہوگی تو انہوں نے محسوس کیا ہوگا کہ اس میں عملی امور کا ذکر کس طرح ہے جیسے جانی پہچانی چیزوں کا ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے عقائد ونظریات خوب کھول کھول کر تفصیلاً بیان کیے گئے ہیں۔ اگر قرآن حکیم میں دستور اساسی دیا جاتا تو پھر اس سے ہٹنے کی سبیل نہ رہتی۔

اللہ تعالیٰ اس آخری امت پر یہ تنگی نہیں کرسکتا تھا کہ بناتے تو اسے زمان ومکاں کی حدودنسے بالا اور پاپند کردے۔

ایسے دور کے ایک ماحول کا جو عہدِ جدید کا ابتدائی دَور تھا اور جسے قدم بقدم ارتقائی منازل طے کرنے تھے۔ لہذا اس نے حیات ارضی کے مجمل اصول بتاتے ہیں تاکہ ہر زمانہ کے لوگ ایک ہی اصل کے تحت اپنے ماحول کے مطابق اپنا سیاسی نظام مرتب کرسکیں۔ قرآن کی تعریف ہے۔ فیہا کتب قیمہ،

انسان کی زندگی کی رفتار زمانہ کے تابع ہے اور آسمانی وزمینی اثرات کے تحت ڈھلتی ہے۔ اگر کتاب اللہ میں عمل جزئیات ہوتے تو امت مسلمہ کا بھی وہی حشر ہوتا جو یہود کا ہوا

ان لوگوں پر تورات کے مطابق اپنی سیاسی زندگی ڈھالنا ممکن نہیں، کتنی ہی کوشش کر لیں اور کیسی ہی تاویلیں کر لیں وہ اپنے سیاسی نظام کی تشکیل تورات کے مطابق نہیں کر سکتے۔ یہی حال دنیا کی تمام قوموں کا ہے۔ ہندو ہوں یا نصرانی، مجوسی ہوں یا بدھ وہ اپنی نام نہاد قومی حکومت تو قائم کر سکتے ہیں، لیکن دینی حکومت اور اس دین کے احکام کے مطابق معاشرہ کی تشکیل کے دروازے ان پر بند ہو چکے ہیں۔ اس لیے وہ مجبور ہیں کہ چرچ اور اسٹیٹ یعنی کلیسا اور مملکت کو الگ کر دیں۔ انہوں نے رفتار زمانہ سے مجبور ہو کر اپنی دینی زندگی کو انفرادی بنا دیا، کیونکہ وہ اپنے اجتماعی عمل اور دینی احکام میں ہم آہنگی پیدا نہیں کر سکتے۔ لوگ مغربی جمہوریت سے متاثر ہو کر قطعیت کے ساتھ کہ دیتے ہیں کہ اسلام کا سیاسی نظام جمہوری ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو ہٹلر کے غالب آجانے پر مصر ہوتے کہ اسلام کا سیاسی نظام آمرانہ ہے۔ حالانکہ اسلام کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ لوگ شخصی حکومت کے قائل ہیں یا آمرانہ نظام کے یا جمہوریت کے یا کسی اور طریقے کے۔ یہ وطن اور نسل یا حکمران خاندان یا زبان یا اور جتنے معبُود لوگوں نے بنا رکھے ہیں۔ یہ سب اصنام ہیں اور ان سے ایسی وابستگی کہ اللہ تعالیٰ سے تعلقِ عبدیت پر زد آئے شرک ہے۔ امتِ مسلمہ کی تشکیل محض اس واسطے ہوئی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کلمہ بلند رکھے اور زمین پر اللہ تعالیٰ کی گواہ بنے۔ گویا قرآن کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین کی بنیاد پر اپنے دنیوی مسائل حل کرنے کے لیے اپنی حکومت قائم کریں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے حکم بجا لانے کے اور کسی چیز کو اپنے عقائد میں جگہ دیں۔ جس قوم میں ہجرت اور جہاد ہو اسے نسل اور جغرافیے سے کیا غرض؟ حکومت ایک ظاہری چیز ہے اور وہ ہمیشہ ایسی ہی ہو گی جیسے دنیا کی اور حکومتیں ہوتی آئیں اور ہوتی رہیں گی۔ بس ایک فرق ہو گا کہ دوسری حکومتیں جب دستور بناتی ہیں تو وہاں قانون سازی کا حق بھی ان کو ہوتا ہے اور مقاصدِ حکومت بھی خود ہی متعین کرتی ہیں۔ امریکہ کا صدر روز ویلٹ جب انتخاب کے لیے کھڑا ہوا تو اس نے اپنی قوم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اسے صدر بنا دیا گیا تو وہ شراب پر سے پابندیاں اٹھا دے گا۔ چنانچہ اس کی کامیابی کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا۔ لیکن مسلمانوں کا بادشاہ ہو یا آمر، صدر جمہوریہ ہو یا سرِ شوریٰ، مجلسِ قانون ساز میں امراء عوام میں سے دو ایوان ہوں یا ایک۔ قوم یہ نمایندے عام رائے شماری سے آئیں یا محدود انتخاب کے ذریعہ، جس طرح مناسب سمجھیں کام کریں، لیکن انہیں قانون اور شعائر اور رُوحِ اجتماعی وہی رکھنی ہو گی جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مقرر فرمائی ہے — سرِ مو اس سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک حدودُ اللہ قائم نہیں ہونگی اور ان کی پاسداری نہیں کی جائے گی اس وقت تک نہ حکومت اسلامی ہو گی اور نہ مسلمان بارگاہ ایزدی میں سرخ رُو ہو سکیں گے۔ ان الحکم الا للہ۔

لہذا ہر وہ حکومت اسلامی ہو گی جو کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی بنیاد پر قائم ہو گی۔ اگرچہ اس کا قالب شخصی حکومت کا ہو، آمرانہ ہو، جمہوری ہو اور جمہوریت شوروی ہو یا محدود نمایندگی کی۔ کوئی پرانا طریقہ اختیار کیا گیا ہو یا بالکل نیا اور اپنا ایجاد کردہ۔ قرآن حکیم اس کی کھلی آزادی عطا فرماتا ہے اور کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کرتا وہ پابند صرف اس کا بناتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں حدود الٰہی جاری رکھیں اور اللہ تعالیٰ اور رسُولِ خدا، صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہی کو اپنی زندگی کا اصل اصول بنائیں۔ آیت استخلاف (النور ۵۵) میں اللہ تعالیٰ نے جو حکومت دینے کا وعدہ کیا ہے وہ ایسی ہی حکومت ہے جیسے اہل علم کی ہوا کرتی ہے کما استخلف الذین من قبلھم۔ (جیسی حکومتیں ان سے پہلے لوگوں کو دی تھیں)۔ البتہ یہ شرط ہے کہ وہ حکومت دین کی بنیاد پر ہو گی اور ان احکام کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیے ہیں۔ اس حکومت میں کسی جاہل فوجی آمر کو یہ حق نہیں ہو گا کہ وہ خدا کے حکم کو تبدیل کر سکے۔

باہمی تعاون سے قرآن پاک کی اشاعت

ترجمہ اردو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

جواب تک لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے

ایمی ٹیشن آرٹ پیپر، رنگین طباعت، سائز ۳۰×۲۰/۸ عمدہ ریگزین کی طلائی جلد

ہدیہ:-/۷۰ روپے رعایتی:-/۴۰ روپے ✿ محصول ڈاک بذمہ خریدار

[illegible] سے پہلے ایڈیشن سے فوٹو آفسٹ طباعت اُسی [illegible] میں

دعاء رحمت ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ تک [illegible]

دس نسخے یکجا منگوانے پر ایک نسخہ مفت و محصول ڈاک معاف

جملہ احباب کو مطلع کیجیے تاکہ ارزاں ہدیہ پر ہر کوئی حاصل کر سکے

ہم زیادہ سے زیادہ تعداد میں شائع کرنا چاہتے ہیں تعاون فرمائیے

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ ✿ ۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ناشران، تاجران کتب عالیہ اسلامیہ

محمد یعقوب شیخ

قول و فعل کے تضادات

متاثرین سوات سے ہمدردی اور ریلوے کا رویہ

آمریت مردہ باد کے نعرے

گواہ بھی ملزمان کے ساتھ پابند

نہ جلسہ نہ جلوس

پاکستان کا سب سے بڑا المیہ یہ رہا ہے کہ ایک عام آدمی سے لے کر حکومت پر براجمان لوگوں تک کے قول و فعل میں افسوس ناک تضاد رہا ہے۔

مسلم لیگ کو بلا شرکت غیرے اقتدار ملا اس جماعت نے اللہ تعالیٰ سے بھی اور عوام سے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے پر اللہ کا قانون نافذ کیا جائے گا۔ پاکستان میں بھاری اکثریت میں مسلمان آباد تھے۔ مسلمان حکمران تھے۔ ایسی صورت میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا عوام پُرزور استقبال کرتے، نہ مسائل جنم لیتے اور نہ معاشرہ تباہ ہوتا۔ اسلام کے عادلانہ نظام اور اس کی برکات سے ملک پر طرح ترقی کرتا اور مُستحکم ہوتا۔

مگر افسوس کہ اقتدار مل جانے کے باوجود نہ قانون بدلا نہ نظام تعلیم اور نہ تہذیب و معاشرت کے اصول بدلنے کی سعی ہوئی۔

۵۶ء تک سیاسی نوراکشتی، جوڑ توڑ، مارپیٹ اور غنڈہ گردی کا زور رہا۔ خدا خدا کر کے ایک آئین بنا تو سکندر مرزا کی نذر ہو گیا۔ بہت جلد اسے اپنے کیے کی سزا مل گئی۔ اور ایوب خان بلا شرکت غیرے ملک کی تقدیر سے کھیلتا رہا اور جب حالات قابو سے باہر ہو گئے تو یحییٰ خان کے سپُرد پاکستان کو اور اقتدار اعلیٰ کو کر دیا گیا۔

اب عوام کی حکمرانی ہے اور جمہوریت کا دَور شروع ہے۔ افسوس کہ عوام نے نہ آزادی کی نعمت سے پھل پایا اور نہ جمہوریت سے۔ بدترین قسم کی آمریت اور غیر جمہوری حکومت مسلط ہو چکی ہے۔ مہنگائی کئی گنا بڑھ گئی۔ بدامنی، رشوت ستانی اور غنڈہ گردی عام ہے حکومت غلط باتوں اور غلط بیانیوں سے عوام کو فریب دیتی ہے۔ مصیبت کے وقت تو ظالم سے ظالم آدمی حتیٰ کہ جانور متاثر ہوتے ہیں، مگر موجودہ حکومت اس قدر ڈھیٹ ہے کہ سوات میں زلزلہ آیا۔ قیامت صغریٰ بہ پا ہوئی ہزاروں آدمی موت کی نیند سو گئے۔ کچلے گئے ہزاروں بے گھر ہوئے اور ہسپتالوں میں پڑے کراہ رہے ہیں۔ اس افسوسناک تباہی کے معاملے میں بھی حکومت مخلص نہیں۔ حکومت نے بارہا اعلان ریڈیو سے اور اخبارات کے ذریعہ کیا ہے۔ آج کے اخبارات میں بھی اعلان موجود ہے کہ ۱۳ جنوری سے ریلوے کے ذریعہ متاثرین زلزلہ کو جو سامان بھیجا جائے گا کرایہ نہیں لیا جائے گا۔

جمعیۃ علماء اسلام ملتان نے بھی اپنی استعداد کے مطابق متاثرین کے لیے کپڑا اور ضروریاتِ زندگی کا سامان جمع کیا۔ ریلوے کا کرایہ ملتان سے پشاور تک گیارہ روپے ساٹھ پیسے فی من ہے۔ یہ خیال کر کے کہ حکومت کے اعلان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

ریلوے کے متعلق دفاتر سے رابطہ قائم کیا۔ بعد از خرابی بسیار معلوم ہوا کہ ڈی سی او ملتان با اختیار ہیں، ان سے رابطہ قائم کیا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ آج ۲۱ جنوری تک حکومت یا ریلوے کا کوئی حکم ہمارے پاس نہیں کہ سامان بلا کرایہ بھیجا جا سکتا ہے ؟

یہ ہے عوامی حکومت کا فرض منصبی سے عہدہ برآ ہونا اور یہ ہے حکومت پاکستان کی عوامی سپلائی۔ سعودی عرب، لیبیا، متحدہ عرب ریاستوں ایران، ہندوستان حتیٰ کہ بنگلہ دیش تک نے اپنی سی حیثیت کے مطابق امداد دی ہے — ہمدردی بتائی ہے اور انسانی حق کو پورا کیا ہے مگر افسوس کہ عوامی حکومت کا کردار یہ ہے۔

ذرا ایک نظر پولیس کی کارکردگی پر

مصطفیٰ کھر کے زمانہ اقتدار میں متحدہ جمہوری محاذ نے جمہوریت کا نام لینے کی غلطی فرمائی تھی۔ گورنر کی انتظامیہ نے، پولیس نے وہ ڈنڈا چلایا اور وہ درگت بنائی کہ شیطان بھی شرما گیا۔

ملک معراج خالد نے بڑی اچھی بات کہی تھی کہ لوگ یہ سوچنے پر کیوں مجبور ہو گئے ہیں کہ شیطنیت کا راج بھی ہو سکتا ہے۔

انہوں کہا یہ ممکن نہیں کہ ہم ایسے لوگوں کو برسر اقتدار لے آئیں گے جنہوں نے بددیانتی اور خلق آزاری کی انتہا کر دی تھی۔ ان لوگوں نے پاکستان کے بنیادی تقاضوں کی مٹی پلید کی اور

دوستوں کی تذلیل کی۔

ہاں ذکر ہو رہا تھا جناب مصطفٰے کھر کا جو پاکستان کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے جانشین مقرر ہوتے تھے۔ ان کے دوسرے جانشین جناب محمد معراج خاں جو کہ آج کل بامُشقت سزا بھگت رہے ہیں اور اب تو حکومت بغیر جانشینوں کے ہی چل رہی ہے۔

انقلابات زمانہ میں ایک وقت تھا گذر گیا۔ نہ وقت رہا نہ مصطفٰے کھر گورنر رہے، مگر اس زمانہ کی یاد باقی ہے۔

مصطفٰے کھر نے پولیس کو حکم دیا تھا کہ جو آدمی جمہوریت کا نام لے اس کو زمین پر لٹا دو، لتر لگاؤ اور برف پر بٹھاؤ۔ ہر جگہ جمہوریت زندہ باد کہنے پر تشدد ہوا اور جھوٹے مقدمات بنائے گئے۔ یہ جھوٹے مقدمات ابھی تک عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ ہر ماہ ایک دو پیشی مل جاتی ہے، نہ گواہ نہ شہادت۔

نامعلوم پھر کیوں ان مقدمات پر وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔

ایک مقدمہ ہے سرکار بنام رانا محمد یونس خاں وغیرہ زیر دفعہ ۱۵۳ الف۔

اس مقدمے میں ایک گواہ پولیس کو مل گیا وہ بھی اس طرح کہ گواہ کے وارنٹ جاری ہوئے کہ آؤ عدالت میں گواہی دو۔

مرتا کیا نہ کرتا گواہ حاضر عدالت ہو گیا۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ ایف آئی آر موجود نہیں۔

گواہ غریب کو پابند کر لیا گیا۔ وہ ایسا پابند ہوا کہ ہر پیشی پر ملزمان کے ہمراہ باقاعدگی سے اُسے بھی پیش ہونا پڑتا۔

خدا خدا کر کے گواہی کی نوبت آئی۔ اس نے عدالت کو بتایا کہ مَیں کپڑا فروخت کرتا ہوں ایک دن مَیں کپڑا فروخت کرنے آیا تو دہلی گیٹ ملتان سے باہر کچھ لوگ جمع تھے آمریت مُردہ باد کے نعرے لگ رہے تھے مگر میں نے نہ جلوس دیکھا اور نہ جلسہ اور نہ ہی ملزمان کو نہ کسی دوسرے شخص کو تقریر کرتے دیکھا۔

مَیں ملزمان کو نہیں جانتا اور نہ ان سے میری کوئی واقفیت ہے۔

یہ ہے ملتان پولیس کے مقدمہ بغاوت ۱۵۳ الف کا گواہ محمد یعقوب انصاری جس نے بقائمی ہوش و حواس دن کی روشنی میں عدالت جناب اے سی صاحب ملتان میں شہادت دی اور پولیس کے موقف کو غلط ثابت کر کے رکھ دیا۔

مقدمہ بغاوت کا اور گواہ ایسا کہ جس نے نہ کچھ دیکھا نہ سنا۔

کتنی غیر ذمہ داری کا مسئلہ ہے، مگر شائد ملتان کی پولیس یا انتظامیہ کو اب بھی شرم نہ آئے۔

اگر ملتان کی انتظامیہ اور پولیس نہ شرمائے تو کم از کم پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو تو توجہ کرنی چاہیے اور ایسے جھوٹے مقدمات کو داخل دفتر کرانا چاہیے۔ کب تک شریف شہریوں کو ان جھوٹے مقدمات کی بنا پریشان کیے جانے کا ڈرامہ جاری رکھا جاتے گا؟

یا شہادت پیش کی جائے یا مقدمات خارج کیے جائیں۔

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ کا ۱۹۷۵ء / ۱۳۹۵ھ کی پہلی ششماہی کا اشاعتی پروگرام

النبی الخاتم طباعت پنجم سید مناظر احسن گیلانی رح	بیس بڑے مسلمان طباعت سوم عبدالرشید ارشد	مسائل بہشتی زیور طباعت سوم خلاصہ بہشتی زیور	مکتوبات سید احمد شہید رح در فارسی
تربیت السالک حضرت تھانوی رح	مقدمات و بیانات اکابر مقدمہ کراچی و قول فیصل	تدوین فقہ سید مناظر احسن گیلانی	سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رض امام ابو محمد عبداللہ م ۲۱۴
چند نامور شخصیات قریباً تیس مشاہیر کا سیرتی خاکہ	اصلاحی نصاب حضرت تھانوی کی چند کتب	سیرت جنید رح فضل احمد عارف	تاریخ حدیث غلام جیلانی برق
تفسیر عثمانی مع ترجمہ شیخ الہند	تفسیر روح المعانی ۱۲-۱۳ جلد	فضلائے دیوبند ہزارہ قاری فیوض الرحمٰن	سرحد کے ممتاز علماء دین قاری فیوض الرحمٰن
تحریک آزادی کے نامور سپوت ضیاء الرحمٰن فاروقی	مندرجہ بالا کتب کے علاوہ دو تین کتب کا بروقت اعلان ہوگا		تفسیر روح المعانی ۱۱ جلدیں
مبادیات فن مباحثہ حفیظ صدیقی	اسوۂ رسول صلعم فضل الرحمٰن دہرمکوٹی	مذہب اور سائنس عبدالباری ندوی	شاہ ولی اللہ اور ان کا کام (انگلش) ڈاکٹر فضل محمود

شائع ہو چکی ہیں ——— یہ ترقی پذیر ادارہ پبلک لمیٹڈ کمپنی کی شکل میں کام کر رہا ہے ——— حصص کی فروخت جاری ہے۔ ایک نام سے دس دس روپے کے دس حصص سے لے کر ڈھائی ہزار حصص تک خریدے جا سکتے ہیں، چلتے ہوئے تجارتی ادارے میں سرمایہ لگا کر دینی کتب کی اشاعت کے فروغ میں حصہ لیجیے اور گھر بیٹھے بٹھائے معقول نفع حاصل کیجیے۔

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ ✱ ۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ناشران، تاجران کتب عالیہ اسلامیہ

تاثرات

احساسات —— ○

پیغامات —— ○

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم !

آپ کی وساطت سے عرض کناں ہوں کہ غیر ملکی طاقتیں مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور مسلمانوں کو اسلام کے زریں اصولوں سے برگشتہ کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے ایجنٹوں کے ذریعے طرح طرح کے فتنے پیدا کرتی رہتی ہیں۔ قادیانی مثال ہمارے سامنے ہے۔

مکرمی ! اب ایک اور نیا فتنہ سر اُبھار رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے اس فتنہ کے پس پردہ قادیانیوں اور عیسائیوں کی یہ مشترکہ سازش ہے۔

بات اصل ہی یہ ہے کہ عیسائیوں نے ۲۶ جنوری بروز اتوار کو جھنگ صدر کے مشہور بازار شہید روڈ کی چند دکانوں میں دو پمفلٹ "ذاتِ لاثانی" اور "عظیم طوفان" چوری چھپے پھینکے۔ اس قسم کے پمفلٹ بعض گھروں میں بھی پھینکے گئے ہیں۔ ان پمفلٹوں میں جو مواد پیش کیا گیا ہے۔ وہ سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ پمفلٹ پھینکنے کا یہ عمل کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ربوے کے حادثے سے پہلے بھی قادیانیوں نے پمفلٹ "احمدی، مسلمان غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے وغیرہ" پھینکے تھے۔

اسلام دشمن عناصر پھر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں۔ اگر مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے تو خطرناک نتائج نکلیں گے۔ کیا حکومت پاکستان اتنی ہی غافل ہے کہ وہ اس بات کا نوٹس تک نہیں لے سکتی۔ کہ عیسائی، قادیانی اور یہودی ملک میں کیا سازشیں کر رہے ہیں۔ کیا ایک اسلامی ملک کو اسلامی ملک میں اسلام ہی کے خلاف تبلیغ کرنے کی اجازت دینی چاہیے ؟ قطعاً نہیں۔

ان گمراہ کن پمفلٹوں میں سے دو حوالے درج ذیل ہیں :-

(۱) "ذات لاثانی" صفحہ ۹ پر "یسوع مسیح کی موت لاثانی تھی"

صفحہ نمبر ۱۱ پر "آپ کی قیادت اس بات پر قطعی ثبوت ہے کہ آپ اپنے دعوٰی کے مطابق خدا کے روحانی بیٹے اور دنیا کے نجات دہندہ ہیں۔"

خود اندازہ لگایئے کہ ایک سیدھے سادھے مسلمان کو ان مسائل کا کیا علم ؟ کیا ان پمفلٹوں کی تقسیم سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش نہیں ہے !

چنانچہ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ پمفلٹوں کو ضبط کرے اور ان کے چھاپنے والوں اور تقسیم کرنے والوں کا سختی سے محاسبہ کرے۔

اور اس کے علاوہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ان مراکز پہ پابندی لگائی جائے جو اسلام کے خلاف گمراہ کن پراپیگنڈا مختلف ذرائع سے کرتے ہیں۔ بعض اوقات "امروز" اخبار میں "لٹریچر مفت حاصل کیجیے" کے عنوان سے عیسائیوں کا اشتہار آتا ہے۔ اس پہ پابندی عاید کی جائے۔

نمبر ۲ :- ہمارا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ جنرل بس سٹینڈ کے پیچھے عیسائیوں کی جو کالونی تعمیر ہو رہی ہے اس پہ پابندی لگائی جائے۔ اگر کالونی کی تعمیر کو فوری طور پر بند نہ کیا گیا تو یہ کالونی الگ ریاست کی شکل اختیار کر سکتی ہے۔

لہذا اس طرح کی کالونیاں تعمیر کرنے پر پابندی لگائی جائے اور ملک و قوم کو فتنوں سے نجات دلائی جائے۔

محمد قاسم گورنمنٹ کالج جھنگ

عبدالعزیز قریشی گورنمنٹ کالج جھنگ۔

بخدمت مکرم حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۷۵ء کی شام کو روجھان میں کالو شاہ نامی، حکومت کے ایک پالتو شخص نے بغیر کسی وجہ کے مجھے سرِ بازار اس وجہ سے گالیاں دیں کہ میں حکومت کی مخالفت کرتا ہوں۔ تقریباً آدھ گھنٹہ بعد کالو شاہ درجنوں مسلح غنڈوں کو لیکر دار العلوم میں گھس آیا۔ ان غنڈوں کا ارادہ مجھے زد و کوب کرنے کا تھا۔ ہم نے پولیس کو اطلاع کی۔ لیکن ایک گھنٹہ محاصرہ کے باوجود پولیس نے کوئی مداخلت نہ کی حتٰی کہ چار پانچ روز گزر جانے کے باوجود مقامی پولیس ٹس سے مس نہ ہوئی اور نہ آئندہ توقع ہے۔

کالو شاہ مذکور نے کہا کہ تمہارا ربط شیر باز مزاری سے ہے اور تم بھٹو حکومت کے خلاف کیوں تقریر کرتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ شہر کے مسلمانوں میں اس واقعہ سے شدید ردِ عمل ہے لیکن ہم فضا کو مکدر کرنا نہیں چاہتے۔

آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ

باقی صفحہ ۲۲ پر

بقیہ: مشرق و مغرب کی سیاست

والے اداروں، ٹیکسٹائل ملوں اور غذائی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے چکا ہے۔ قطر کی حکومت نے تیل کی دو بڑی کمپنیوں کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لے لیا ہے اور تیل کی اجارہ داریوں کے سلسلے میں کویت نے بھی ایسے اقدامات کیے ہیں۔

ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ سے اس اس سلسلے میں مسلسل خبریں مل رہی ہیں تیسری دنیا میں کلیدی اہمیت کی صنعتوں پر کنٹرول اور بیرونی اجارہ داریوں کو جزوی یا مکمل طور پہ قومی تحویل میں لیا جانا اب تو ایک عام سی بات ہو گئی ہے۔ نوآبادیاتی نظام کی باقیات اور اجارہ داریوں کے تسلط کو ختم کرنے کی جدوجہد ترقی پذیر ریاستوں کے لیے اہمیت رکھتی ہے یہ جدوجہد صرف اقتصادیات تک ہی محدود نہیں ہے۔ بیرونی سرمائے کے خلاف جدوجہد کے نتیجے میں ترقی پذیر ریاستوں کے لیے سامراج اور اس کے حامیوں کی مورچہ بندیوں کو کمزور کرنے کے حالات پیدا ہوئے ہیں اور ترقی پذیر ریاستوں پر بیرونی دباؤ ڈالنے اور ان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے مواقع مسدود ہوتے جا رہے ہیں

مغرب کے بعض افراد ترقی پذیر ملکوں کو یہ غلط تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ بیرونی اقتصادی موجودگی کے خاتمے کا نتیجہ اقتصادی جمود کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ وہ ترقی پذیر ممالک پر زور دے رہے ہیں کہ سرمایہ دار اجارہ داریوں سے تعاون کریں جنھوں نے مبینہ طور پر اپنا رویہ تبدیل کر لیا ہے۔ لیکن ترقی پذیر ریاستوں میں جہاں حقیقی ترقی پسند حکومتیں قائم ہیں۔ انھوں نے ان نظریات کو مسترد کر دیا ہے۔ یہ ریاستیں، جو نوآبادیاتی غلامی کا جوا اتار چکی ہیں۔ اس ظاہری قومی آزادی خودمختاری سے مطمئن نہیں ہیں ——

بقیہ میں نے دیکھا میں نے سنا

پلش کیا جن میں مطالبات کیے گئے۔ مثلاً ربوہ کو کھلا شہر قرار دینا، مرزائی افسروں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانا، ان کی نیم فوجی تنظیموں کو توڑنا، رجسٹریشن ایکٹ وغیرہ میں ان کو غیر مسلم لکھنا وغیرہ شامل تھے۔

کانفرنس میں نواب زادہ نصر اللہ خان نے مرزائیت کی غلط پشت پناہی پر حکومت پر نکتہ چینی کی اور پنجاب کے گیسو دراز وزیر اعلیٰ اور بڑے میاں کی بازاری زبان پر سخت تنقید کی۔ انہوں نے محافظ ختم نبوۃ کی نام نہاد اصطلاح کو شرمناک قرار دیا۔

کانفرنس کی حاصل تقریر حضرت العلام مولانا مفتی محمود صاحب کی تھی جنہوں نے پہلی رات میں دو گھنٹہ مفصل خطاب فرمایا۔

مفتی صاحب جب جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو نعرہ ہائے تحسین سے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ دس منٹ تک نعروں کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مولانا تاج محمود جو اس وقت تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے تقریر معطل کر دی۔ جب آپ سٹیج پر تشریف لائے مولانا تاج محمود صاحب نے اپنا خطاب پورا کیا۔ انہوں نے آخر میں کہا کہ ۷۱ء میں مولانا جالندھری نے مستقبل میں جماعت کو آپ کے سپرد کیا تھا اور ہمیں امید ہے کہ آپ حسب سابق سرپرستی جاری رکھیں گے۔

مفتی صاحب نے اپنے خطاب میں اسمبلی کے اندر ہونے والی کارروائی اجمالی طور پر بیان کی، اور بتلایا کہ مرزائیوں کے ظاہری اعمال ان کے پنڈتوں کی ظاہری شکل و صورت کو دیکھ کر ابتدا میں ممبروں کی اکثریت ان کی ہمنوا تھی۔ لیکن جب مرزائی سربراہوں نے اسمبلی میں ان کے سامنے دھڑلے سے انہیں ہی کافر کہا اور اپنے گرو کی نبوت کو ثابت کیا تو ممبروں کے ذہنوں میں انقلاب آگیا۔

بقیہ، شیخ الہند

نفسی و خلوص جیسے اوصاف کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ ان کو تکبر، رعونت، فخر، جاہ طلبی، نفس پرستی، شہرت، تعلی اور خود داری جیسے اخلاق ذمیمہ سے سخت نفرت تھی۔ عبادت تقویٰ، طہارت، پرہیزگاری، ادب، سیاست اور دین و معرفت کا یہ مایہ ناز امین اور علوم نبوۃ کا بے مثال نقیب ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ یوم سہ شنبہ ۳۰ نومبر کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف منتقل ہو گیا۔

رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے مرزائیوں کے بیانات اور ان پر ہونے والی جرح کی مختصر روداد سنائی۔ اور ارباب حکومت سے آخری وقت میں ہونے والے مذاکرات سے آگاہ کیا۔

آپ نے آخر میں حکومت پر سخت نکتہ چینی کی جو اب تک اپنے وعدوں کو پورا نہیں کر رہی اور مقدمات بناتے چلی جا رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ملک مسائلستان بن چکا ہے لیکن حکومت ظلم و جبر کی پالیسی کا شکار ہے آپ نے آخر میں ارباب مجلس کو یقین دلایا کہ میں کسی خدمت سے دریغ نہیں کروں گا۔ کانفرنس سے متعلق اپنے تاثرات کسی آیندہ صحبت میں عرض کر سکوں گا۔

بقیہ، تاثرات

اس مسئلہ کو اسمبلی میں اٹھائیں اور شیر باز مزاری صاحب کو متوجہ کریں تاکہ اس کا انسداد ہو۔ ورنہ کسی شریف شہری کی آبرو اور جان کا تحفظ اس ملک میں مشکل ہو جائے گا۔

ہم نے بھی عزم کیا ہوا ہے کہ ہماری گردنیں کٹ تو سکتی ہیں لیکن جابر حکمرانوں کے سامنے جھک نہیں سکتی۔

(مولانا) محمد عبدالکریم نیاز بقلم خود)